ربیع الآخر/جمادی الاولیٰ 1445ھ
نومبر 2023ء
ماہنامہ
خواتین
ویب
ایڈیشن
جلد:02
شمارہ:11

پریشانیوں اور تنگیوں سے نجات

حضرتِ سیّدُنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے استغفار کو اپنے اوپر لازم کرلیا اللہ پاک اس کی ہر پریشانی دُور فرمائے گا اور ہر تنگی سے اسے راحت عطا فرمائے گا اور اسے ایسی جگہ سے رِزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے گُمان بھی نہ ہوگا۔

(ابنِ ماجہ، 4/257، حدیث:3819)

بازار میں نقصان نہ ہو بلکہ فائدہ ہو

بازار جائیں تو یہ دُعا پڑھیں:

بِسْمِ اللہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ ھٰذِہِ السُّوْقِ وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُصِیْبَ فِیْھَا یَمِیْنًا فَاجِرَۃً اَوْصَفْقَۃً خَاسِرَۃً

اِس دُعا کی برکت سے اِنْ شَآءَ اللہُ الکریم بازار میں خوب نفع ہوگا اور کوئی گھاٹا نہیں ہوگا اس دُعا کو حُضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے پڑھا ہے۔

(مستدرک للحاکم، 2/232، حدیث:2021-جنّتی زیور، ص580)

99 بیماریوں کے لئے دوا

حضرت سیّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ" کہا تو یہ (اس کے لئے) ننانوے بیماریوں کی دوا ہے ان میں سب سے ہلکی بیماری رنج و اَلَم ہے۔

(الترغیب والترہیب، 2/285، حدیث:2448)

بے اولاد جوڑے متوجہ ہوں!

یَا اَوَّلُ 41 بار روزانہ پڑھیے، اِنْ شَآءَ اللہُ الکریم صاحبِ اولاد ہو جائیں گے۔ (مُدّت:40دن) (زندہ بیٹی کنویں میں پھینک دی، ص22)

CONTENT

مناجات

ہمارے دل سے زمانے کے غم مٹا یارب

ہمارے دل سے زمانے کے غم مٹا یارب
ہو میٹھے میٹھے مدینے کا غم عطا یارب

غمِ حیات ابھی راحتوں میں ڈھل جائیں
تری عطا کا اشارہ جو ہو گیا یارب

پئے حُسین و حَسَن فاطمہ علی حیدر
ہمارے بگڑے ہوئے کام دے بنا یارب

ہماری بگڑی ہوئی عادتیں نکل جائیں
ملے گناہوں کے اَمراض سے شِفا یارب

گناہ گار طلبگارِ عفو و رحمت ہے
عذاب سہنے کا کس میں ہے حوصَلہ یارب

میں پُل صراط بِلا خوف پار کرلوں گا
ترے کرم کا سہارا جو مل گیا یارب

کہیں کا آہ! گناہوں نے اب نہیں چھوڑا
عذابِ نار سے عطّاؔر کو بچا یارب

از: امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ

وسائلِ بخشش (مُرمّم)، ص76

منقبت

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

پیروں کے آپ پیر ہیں، یا غوث المدد
اہلِ صَفا کے ہیر ہیں، یا غوث المدد

رنج و اَلَم کثیر ہیں، یا غوث المدد
ہم عاجز و اسیر ہیں، یا غوث المدد

ہم کیسے جی رہے ہیں یہ تم سے کیا کہیں
ہم ہیں الم کے تیر ہیں، یا غوث المدد

کس دل سے ہو بیان بے دادِ ظالماں
ظالم بڑے شریر ہیں، یا غوث المدد

اہلِ صَفا نے پائی ہے تم سے رَہِ صفا
سب تم سے مُستنیر ہیں، یا غوث المدد

صدقہ رسولِ پاک کا جھولی میں ڈال دو
ہم قادری فقیر ہیں، یا غوث المدد

دل کی سنائے اخترؔ دل کی زبان میں
کہتے یہ بہتے نیر ہیں، یا غوث المدد

از: تاج الشّریعہ مفتی اختر رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

سفینۂ بخشش، ص74

63 نیک اعمال

علمِ دین حاصل کرنے کے لئے جو بھی ذریعہ اختیار کیا جائے وہ طالبِ علم کو جنت کی طرف لے جاتا ہے، گویا علمِ دین جنت کے دروازے کی چابی ہے۔[1] یعنی علمِ دین چاہے براہِ راست Teachers سے حاصل کیا جائے یا ان کی لکھی ہوئی Books سے، دونوں طریقے درست ہیں اور اپنے سیکھنے والے کو جنت میں لے جاتے ہیں۔ چنانچہ

اَمیرِ اَہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ نے ہمیں جو 63 نیک اعمال کا رسالہ عطا فرمایا ہے، اگرچہ اس کا ہر ہر سوال جنت میں لے جانے والا ہے، مگر ہر نیک کام کرنے کے لئے بنیادی علم ہونا بھی تو ضروری ہے۔ لہٰذا اَمیرِ اَہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ نے ہمیں علم حاصل کرنے کا ہر ذریعہ اپنانے کا ذہن دیا ہے۔ انہی ذرائع میں سے ایک ذریعہ بزرگوں کی لکھی ہوئی کتابیں وغیرہ پڑھنا بھی ہے۔ اگر کوئی خود نہ پڑھ سکے تو اسے یہ ترغیب دلائی ہے کہ وہ کسی سے سن لے۔ چنانچہ آپ اس رسالے میں شامل نیک عمل نمبر11 میں فرماتے ہیں: کیا آج آپ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یا مکتبۃ المدینہ کی کسی کتاب یا رسالے یا "ماہنامہ فیضانِ مدینہ" کو کم از کم 12 منٹ پڑھا یا سنا؟

اس سوال سے اگرچہ کتابیں پڑھنے کی اہمیت معلوم ہو رہی ہے، مگر ہمارے لئے یہ جاننا بھی انتہائی اہم ہے کہ کتابیں پڑھنا کیوں ضروری ہے! اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ کتابیں پڑھنے سے نظر و فکر میں مضبوطی پیدا ہوتی اور معلومات میں بھی خوب اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ نئی نئی باتیں اور احکام سیکھ کر ان پر عمل کی کوشش میں بھی خوب اضافہ ہوتا ہے۔

ہمارے بزرگانِ دین نے علم کی دنیا میں جو نام کمایا اس میں ایک بہت بڑا حصہ یہ بھی تھا کہ انہیں کتابیں پڑھنے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ مثلاً امام ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے ایک عظیم مبلغ اور مفسر و محدث تھے، اپنے متعلق خود بتاتے ہیں کہ میری طبیعت کبھی بھی کتابیں پڑھنے سے نہ اکتائی، بلکہ جب بھی کسی نئی کتاب کو دیکھتا تو لگتا کوئی خزانہ ہاتھ آگیا ہے اور ہاتھوں ہاتھ اسے پڑھنے لگتا۔ کتابیں پڑھنے کا فائدہ یہ ہوا کہ مجھے بزرگوں کے اخلاق و حالات، ان کی بلند ہمتیں، عبادات کا ذوق اور اعلیٰ علوم کا ایسا خزانہ ملا جو ان کتابوں کو پڑھے بغیر کبھی حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ لہٰذا جو واقعی علمِ دین حاصل کرنا چاہے اسے چاہئے کہ بہت زیادہ کتابیں پڑھا کرے، بالخصوص بزرگوں کے حالاتِ زندگی اور ان کی لکھی ہوئی کتابیں ضرور پڑھے کہ ان کی کوئی کتاب فائدے سے خالی نہیں۔[2] معلوم ہوا! ہمارے بزرگ علمِ دین سے بے حد محبت کرتے تھے، اسی کی برکت سے انہیں وہ عزت ملی کہ آج بھی ان کی عظمت و شان کی شمع دلوں میں روشن ہے اور اِن شاءَ اللہ قیامت تک راہِ علم کے مسافر اس شمع کی روشنی میں اپنا

سفر جاری رکھیں گے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اللہ و رسول نے علم و علما کی بڑی شان بیان فرمائی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْۙ-وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍؕ (پ28، المجادلۃ:11) ترجمۂ کنز العرفان: اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے درجات بلند فرماتا ہے جنہیں علم دیا گیا۔ نیز علم کی اہمیت کو جاننے کے لئے یہ مثال ہی کافی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ایک صحابی سے گفتگو فرما رہے تھے کہ آپ پر وحی آئی: اس صحابی کی زندگی کی ایک ساعت (یعنی گھنٹہ بھر زندگی) باقی رہ گئی ہے۔ یہ وقتِ عصر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے جب یہ بات اس صحابی کو بتائی تو انہوں نے التجا کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو اس وقت سب سے بہتر ہو۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: علمِ دین سیکھنے میں مشغول ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ صحابی علمِ دین سیکھنے لگے اور مغرب سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ راوی فرماتے ہیں: اگر علم سے افضل کوئی چیز ہوتی تو حضور اس وقت اس چیز کا حکم ارشاد فرماتے۔[3] علم سے افضل کوئی چیز ہو بھی کیسے سکتی ہے کہ ایک حدیثِ پاک میں ہے: جو شخص کسی راستے پر علم کی تلاش میں نکلتا ہے اللہ پاک اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔[4]

علم حاصل کرنے کا ایک ذریعہ چونکہ کتابیں پڑھنا بھی ہے، لہٰذا قرآن و حدیث میں بیان کئے گئے علم و علما کے فضائل و برکات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلِ سنت کے عطا کئے گئے 63 نیک اعمال کے رسالے میں کتابیں پڑھنے والے نیک عمل کو اپنا لیجیے، اَمیرِ اَہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ امت کا رشتہ اپنے بزرگوں سے مضبوط رکھنے کے لئے بزرگوں کی کتابیں پڑھنے کا شوق دلاتے ہی رہتے ہیں اور نیک عمل نمبر 11 بھی اسی سلسلے کی ہی ایک کڑی ہے۔ یقیناً 12 منٹ کوئی زیادہ وقت نہیں، لیکن اگر ہم روزانہ کی بنیاد پر اتنے وقت کو بھی کتابیں پڑھنے سننے میں لگانے لگیں تو اس کی برکت سے نہ صرف علمِ دین میں اضافہ ہو گا بلکہ استقامت بھی نصیب ہو گی۔ مگر افسوس! اس وقت دینی کتابیں پڑھنے کا شوق دم توڑتا جا رہا ہے اور اس کی ایک وجہ ہمارا اپنے بزرگوں سے رشتہ مضبوط نہ ہونا بھی ہے۔ ہمارے بزرگ علم حاصل کرنے والوں کو یہ نصیحت فرما گئے ہیں کہ ہمیشہ کتابیں پڑھنے پڑھانے میں مصروف رہنا! اس سے کبھی جدا نہ ہونا! کیونکہ کتابیں پڑھنے سے ہی علم میں ترقی ممکن ہو سکتی ہے۔[5] پھر جب ان سے ان کتابوں میں موجود علم کے خزانوں کو اپنے سینے میں محفوظ رکھنے کا طریقہ پوچھا گیا تو تب بھی انہوں نے یہی ارشاد فرمایا: کتابیں پڑھتے رہنا (ان کتابوں میں ذکر کئے گئے علم کے موتیوں کو سینے میں محفوظ رکھنے کی بہترین) دوا ہے۔[6] پھر یہی نہیں بلکہ ہمیں کتابیں پڑھ کر بھی دکھایا کہ کتابیں یوں پڑھی جاتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آتا ہے کہ رات کتابیں پڑھنے کے لیے (مدرسے کی طرف سے چراغ جلانے کے لئے) جو تیل ملتا تھا وہ تقریباً آدھی رات تک چلتا تھا۔ لہٰذا مفتی صاحب چراغ بجھ جانے کے بعد مدرسے سے باہر نکل آتے اور گلی کی بتی (کی روشنی) میں پڑھنے لگ جاتے تھے۔[7] اور ہمارے امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ بھی اس قدر توجہ سے مطالعہ (Study) فرماتے کہ کئی بار ایسا ہوا کہ کوئی اسلامی بھائی کسی مسئلے کے حل کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ کے مطالعے میں مصروف ہونے کی وجہ سے آپ کو ان کے آنے کی خبر ہی نہ ہوتی، کچھ دیر بعد اتفاقاً نگاہ اٹھائی تو اسلامی بھائی نے اپنا مسئلہ عرض کیا۔

سبحان اللہ! ہمارے بزرگ مطالعہ کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ ساری ساری رات مطالعہ میں صرف کرتے تھے! لیکن افسوس! آج ہم اس کی اہمیت سے بے خبر ہیں! اس لیے امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے 12 منٹ مطالعہ کا نیک عمل عطا فرما کر اس دکھیاری اُمّت پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ چنانچہ ہمیں بھی دینی کتب و رسائل پڑھنے کی عادت بنا لینی چاہیے۔ اس سے علم میں اضافے کے ساتھ ساتھ ہمیں اَمیرِ اَہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ کی دعائیں بھی ملیں گی۔ نیز ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو نیک اعمال کے رسالے میں دیئے گئے Boxes کو Fill کر کے اپنی ذمہ دارہ کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے ان شاءاللہ دونوں جہاں کی بھلائیاں حاصل ہوں گی۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح، 1/515، تحت الحدیث:255 [2] صید الخاطر، ص327 [3] تفسیر کبیر، 1/410 [4] ابن ماجہ، 1/146، حدیث:223 [5] تعلیم المتعلم، ص59 ماخوذاً [6] جامع بیان العلم وفضلہ، ص501 [7] حالاتِ زندگی حکیم الامت، ص82

ام حبیبہ عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ ام عطار گلبہار سیالکوٹ

استغفار کی اہمیت و برکت

پارہ 29 سورۂ نوح آیت نمبر 10 تا 12 میں ارشاد ہوتا ہے:
فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًاۙ(۱۰) یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًاۙ(۱۱) وَّ یُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًاؕ(۱۲) ترجمہ کنز العرفان: تو میں نے کہا: (اے لوگو!) اپنے رب سے معافی مانگو، بیشک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔ وہ تم پر موسلادھار بارش بھیجے گا اور مالوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغات بنادے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔

تفسیر

یعنی اللہ پاک سے ایمان کے اخلاص کے ساتھ اپنے پچھلے گناہوں کی معافی مانگو۔[1] استغفار چونکہ مغفرت طلب کرنے کو کہتے ہیں۔ لہٰذا اگر استغفار کرنے والا کافر ہو تو کفر سے معافی مانگنا ہوگی اور اگر وہ گناہ گار مومن ہو تو گناہوں سے معافی مانگنا ہوگی۔[2] پھر اس استغفار کی برکت سے اللہ پاک آسمان سے پانی بھیجے گا کیونکہ بارش کا پانی آسمان سے بادل کی طرف اترتا ہے، پھر بادل سے زمین کی طرف۔[3] اور تمہارے اموال و اولاد میں اضافہ فرمائے گا۔[4]

شانِ نزول: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم لمبے عرصے تک آپ کو جھٹلاتی رہی تو اللہ پاک نے ان سے بارش روک لی، چالیس سال تک ان کی عورتوں کو بانجھ کر دیا، ان کے مال برباد ہوگئے اور جانور مر گئے۔ جب ان کا یہ حال ہوا تو حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اے لوگو! تم اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے پر اس سے معافی مانگو اور اللہ پاک پر ایمان لاکر اس سے مغفرت طلب کرو تاکہ وہ تم پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے۔ کیونکہ اللہ پاک کی فرمانبرداری اور عبادات میں مشغول ہونا خیر و عافیت اور کشادگیِ رزق جبکہ کفر دنیاوی بربادی کا سبب ہے۔[5] حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو عبادت کا حکم دیا تو وہ بولے: جس دین پر وہ قائم ہیں اگر وہ سچا ہے تو آپ ہمیں اس دین کو چھوڑنے کا حکم نہ دیں اور اگر وہ دین باطل ہے تو ہماری نافرمانیوں کے بعد ہمارے اعمال کیونکر قبول ہوں گے! تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگوں کے گناہ اگرچہ بہت ہیں لیکن اگر تم استغفار کروگے تو اللہ پاک بڑا معاف فرمانے والا ہے۔[6] یعنی اللہ پاک اُسے بڑا معاف فرمانے والا ہے جو (سچے دل سے) اس کی بارگاہ میں حاضر ہو۔ اگر توبہ کرلوگے اور اللہ کے ایک ہونے کا اقرار کرکے صرف اسی کی عبادت کروگے تو وہ موسلادھار بارش بھیجے گا، مال اور بیٹوں میں اضافے سے تمہاری مدد کرے گا، تمہارے لیے باغات اور تمہاری کھیتیوں اور باغات کو سیراب کرنے کے لئے نہریں بنائے گا۔[7]

استغفار کی برکتیں: اپنے گناہوں سے توبہ کرنے اور ان سے معافی مانگنے کی برکت سے بے شمار دینی و دنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ قرآنِ کریم کی طرح احادیثِ مبارکہ میں بھی استغفار کے مزید بہت سے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ چند احادیثِ مبارکہ ملاحظہ فرمایئے: ☆جس نے استغفار کو اپنے لیے لازم کرلیا تو اللہ پاک اسے ہر غم اور تکلیف سے نجات دے گا اور ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔[8] ☆بے شک لوہے کی طرح دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے اور اس کی صفائی استغفار کرنا ہے۔[9] ☆جو اس بات کو پسند کرتا ہو کہ اس کا نامہ اعمال اسے خوش کرے تو اسے چاہیے کہ اس میں استغفار کا اضافہ کرے۔[10] ☆جو مرد

یا عورت اللہ پاک سے ایک دن میں 70 مرتبہ استغفار کرے تو اللہ پاک اس کے 700 گناہ معاف فرمادیتا ہے۔[11]

حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صرف استغفار کی اہمیت و فضیلت ہی بیان نہیں فرمائی، بلکہ اس کی ترغیب بھی دلائی ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے ایک فرمان میں استغفار کرنے کی وجہ کچھ یوں بیان فرمائی ہے کہ اللہ پاک سے بہت استغفار کیا کرو! اللہ پاک نے تم کو استغفار کی توفیق و تعلیم اس لئے دی ہے کہ وہ تم کو بخشنا چاہتا ہے۔[12] یہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے عملی طور پر بھی استغفار کو اپنا کر اُمّت کو اس کی ترغیب دلائی۔ جیسا کہ آپ کا فرمان ہے: بے شک میں دن میں 70 مرتبہ اللہ پاک سے مغفرت مانگتا اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔[13] البتہ! یاد رہے! انبیائے کرام علیہم السلام (کسی گناہ پر نہیں بلکہ) لوگوں میں سے زیادہ شکر گزاری و عبادت گزاری کے باوجود اللہ پاک کا جیسا حق ادا کرنا چاہئے ویسا حق ادا نہ ہوسکنے پر استغفار کرتے تھے۔[14] چنانچہ حضور کا معصوم و بخشے بخشائے ہونے کے باوجود اتنی مقدار میں استغفار کرنا یا تو عبادت ہونے کی وجہ سے تھا یا اپنی امت کو استغفار سکھانے کے لئے تھا یا ترکِ اولیٰ چھوٹنے پر تھا یا آپ بطورِ عاجزی استغفار کرتے تھے۔[15] یا جب حضور ایک مرتبے سے دوسرے مرتبے کی طرف ترقی کرتے تو پہلے مرتبے کے مقابلے میں دوسرے مرتبے کو اللہ پاک سے دور گمان کرتے اور بلند درجہ حاصل کرنے کے بعد پہلے کے متعلق اللہ پاک سے اِستغفار کرتے۔ نیز اسے کم تر اور درجات میں کمی کا سبب گمان کرتے۔[16]

استغفار کی اسی اہمیت و فضیلت کے سبب ہمارے بزرگانِ دین سے بھی اگر کوئی اپنے مسائل یا مجبوریوں کا ذکر کرتا تو آپ اسے یہی نصیحت فرماتے کہ استغفار کی کثرت کرو۔ مثلاً حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ کسی نے عرض کی: میں مالدار ہوں مگر میرے ہاں کوئی اولاد نہیں، مجھے کوئی ایسی چیز سکھایئے جس سے اللہ پاک مجھے اولاد دے۔ تو آپ نے فرمایا: استغفار پڑھا کرو۔ اس شخص نے بہت زیادہ استغفار کیا، یہاں تک کہ روزانہ 700 بار استغفار پڑھنے لگا، اس کی برکت سے اس کے ہاں 10 بیٹے پیدا ہوئے۔[17] اسی طرح حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے بارش کی کمی، دوسرے نے محتاجی اور نسل کم ہونے جبکہ تیسرے نے اپنی زمین کی پیداوار کم ہونے کی شکایت کی تو آپ نے ان سب کو (مضمون کے شروع میں بیان کئے گئے سورۂ نوح کی آیات سے استدلال کرتے ہوئے) استغفار کرنے کا حکم دیا۔[18]

معلوم ہوا! استغفار کرنا حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور اللہ کریم کے مقبول بندوں کا محبوب وظیفہ رہا ہے اور وہ گناہوں سے بچنے و پاک ہونے کے باوجود استغفار کیا کرتے تھے اور ایک ہم ہیں کہ گناہوں کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہونے کے باوجود استغفار سے غافل ہیں۔ چنانچہ استغفار کو اپنا معمول بنا لیجئے اور یاد رکھئے کہ استغفار کا بہترین وقت صبحِ صادق ہے۔[19] اور اس عمل پر استقامت پانے کے لئے امیر اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کے عطا کئے گئے 63 نیک اعمال کے رسالے میں موجود نیک عمل نمبر 26 پر عمل کیجئے اِن شاءَ اللہ اس پر عمل کرکے ڈھیروں ثواب حاصل کرسکیں گی۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں بہت زیادہ استغفار کرنے، گناہوں پر شرمندہ ہونے اور نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بجاہِ النّبیِّ الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) تفسیر قرطبی، جز17، 9/221 (2) تفسیر نسفی، ص1283 (3) تفسیر خازن، 4/312 (4) تفسیر بغوی، 4/367 (5) تفسیر خازن، 4/312 (6) اللباب فی علوم الکتاب، 19/386 (7) تفسیر طبری، 12/249 (8) ابن ماجہ، 4/257، حدیث: 3819 (9) معجم صغیر، 1/184 (10) معجم اوسط، 1/245، حدیث: 839 (11) شعب الایمان، 1/442، حدیث: 652 (12) تفسیر در منثور، 8/290 (13) ابن ماجہ، 4/256، حدیث: 3817 (14) شرح بخاری لابن بطال، 10/77 ملخصاً (15) عمدۃ القاری، 15/413، تحت الحدیث: 6307 (16) احیاء العلوم، 4/107 (17) تفسیر نسفی، ص502 (18) تفسیر خازن، 4/312 (19) تفسیر نور العرفان، ص911

دنیا قید خانہ ہے یا جنت؟

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ یعنی دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔[1]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیثِ پاک میں کافر سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ پاک سے منہ موڑ کر دنیا کا ہو کر رہ جاتا اور اسی پر راضی و مطمئن رہتا ہے، جبکہ مومن سے مراد وہ شخص ہے جس کا دل دنیا سے اُکتا گیا ہو اور دنیا چھوڑنے کے لئے بے چین ہو۔[2] البتہ! دنیا مومن کے لئے کس اعتبار سے اور کیوں قید خانہ ہے اور اسی طرح کافر کے لئے دنیا کیوں جنت ہے؟ اس کی وضاحت مختلف علمائے کرام نے اپنے اپنے انداز میں کی ہے۔ چنانچہ چند اقوال پیشِ خدمت ہیں:

اس حدیث کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ مومن کو دنیا میں حرام شہوات کو پورا کرنے سے منع کیا جاتا ہے، اس کو سخت اور مشکل عبادات کا پابند کیا جاتا ہے، جب وہ مر جاتا ہے تو اس تکلیف سے آزاد ہو جاتا ہے، اللہ پاک نے جو اس کے لئے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں ان کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جبکہ کافر کے لئے دنیا میں عیش و آرام اور آخرت میں ہمیشہ رہنے والا عذاب ہوگا۔ جیسا کہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی کسی قافلے کے ساتھ جا رہے تھے کہ وہاں گندے کپڑے اور بُری شکل والا یہودی آیا اور ان سے پوچھا: کیا تم اپنے نبی سے یہ حدیث روایت نہیں کرتے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے؟[3] میں کافر غلام ہوں اور آپ میری حالت دیکھ رہے ہیں جبکہ آپ مومن ہیں اور ذرا اپنا حال بھی دیکھیں! انہوں نے فوراً جواب دیا: تمہیں موت کے بعد اللہ پاک کا عذاب ملے گا اس لحاظ سے یہ دنیا تمہارے لئے جنت ہے۔ جبکہ مجھے مرنے کے بعد جنت اور اللہ پاک کی رضا ملے گی اس لحاظ سے یہ دنیا میرے لئے قید خانہ ہے۔ یہ سن کر وہ یہودی اسی وقت مسلمان ہو گیا۔[4]

"دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے" کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مومن کی روح جب بدن سے نکل کر دنیا سے نکلتی ہے تو اس کی مثال قید سے آزاد ہونے والے اس شخص کی طرح ہے جسے رہا کر دیا گیا ہو لہٰذا اب وہ زمین میں گھومتا پھرتا ہے۔[5] اور ایک مقام پر آپ نے فرمایا: جب مومن مرتا ہے تو اُس کا راستہ خالی کر دیا

جاتا ہے اور وہ جہاں چاہے سیر کرتا ہے۔[6]

اَمیرِ اَہلِ سنّت نے ایک رسالے میں نقل کیا ہے:

ہست دنیا جنّت آں کُفّار را | اہلِ ظُلم و فسق آں اشرار را
بہرِ مومن ہست زِنداں ایں مقام | نیست زِنداں جائے عیش و احتشام

یعنی کافروں، ظالموں، فاسقوں اور شریروں کے لئے یہ دنیا جنت ہے جبکہ ایمان والوں کے لئے یہ دنیا جیل خانہ ہے، جیل خانہ عیش و راحت کا مقام نہیں۔[7]

ملا علی قاری رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: مومن کے لیے دنیا قید خانہ اس وجہ سے ہے کہ مومن اپنے نفس کو لذتوں سے دُور رکھ کر اسے سختیوں میں مبتلا کرتا ہے تو دنیا اس کے لیے قید خانہ بن جاتی ہے اور کافر اپنے نفس کی تمام خواہشات پوری کرتا ہے تو یہ دنیا ہی اس کے لیے جنت کی طرح ہے۔ قاضی فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس نے دنیا کی لذتوں اور اس کی شہوات کو چھوڑا وہ قید میں ہے اور اس قید کی مختلف صورتیں ہیں جو انسان کی حالت بدلنے کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔ چنانچہ اس قید خانے میں تکلیف پہنچنے کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان کو فرائض و واجبات ادا کرنے اور حرام مال سے بچنے کا پابند کیا گیا ہے، اس پابندی سے جو پریشانی ہوتی ہے وہ اس قید کی ایک صورت ہے، اسی طرح انسان کو گرمی اور سردی، مصیبتوں کے نازل ہونے، مہنگائی، محبت والوں کی وفات اور دُشمنوں کے غالب آنے سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ اسی قید کا حصہ ہے اور اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ماں کے رحم میں نطفے کی پیدائش ہونے پھر اس کے مختلف مراحل سے گزرنے سے لے کر جھولے میں آنے تک انسان کو جو تکلیف ہوتی ہے یہ بھی دنیا کے قید خانے کی ایک صورت ہے اور اس تکلیف کے متعلق اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍؕ (پ30، البلد:4)(ترجمہ کنز الایمان: بے شک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا) یعنی وہ ہمیشہ بڑی تکلیف میں رہتا ہے اور اس تکلیف کی شروعات ماں کے تنگ و تاریک رحم سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا موت پر ہوتی ہے۔ دنیا کی اس قید سے چھٹکارا پانے کے بعد دو صورتیں ہیں: بندے کو بادشاہی لباس پہنا کر ہمیشہ کے لیے جنت کے اعلیٰ درجوں میں ٹھہرایا جائے گا یا پھر وہ غضبِ الٰہی کا شکار ہوگا اور اسے جہنم میں دھکیلنے والے فرشتوں کے حوالے کر دیا جائے گا جو اسے دنیا کی عارضی اور معمولی قید سے نکال کر ہمیشہ رہنے والی سخت قید میں ڈال دیں گے۔[8]

مومن دنیا میں کتنا ہی آرام میں ہو، اُس کے لئے آخرت کی نعمتوں کے مقابلے میں دنیا جیل خانہ ہے جس میں وہ دل نہیں لگاتا۔ جیل اگرچہ اے کلاس ہو پھر بھی جیل ہے اور کافر خواہ کتنے ہی تکلیف میں ہو مگر آخرت کے عذاب کے مقابل اس کے لئے دنیا باغ اور جنت ہے وہ یہاں دل لگا کر رہتا ہے۔ لہٰذا حدیث شریف پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مومن دنیا میں آرام سے رہتے ہیں اور بعض کافر تکلیف میں۔[9] ایک روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا: اے ابوذر! دنیا مومن کی جیل، قبر اس کے چھٹکارے کی جگہ اور جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔ دنیا کافر کے لئے جنت، قبر اس کا عذاب اور دوزخ اس کا ٹھکانا ہے۔[10]

ایک روایت میں ہے کہ جب مومن دنیا چھوڑتا ہے تو گویا جیل سے آزاد ہو جاتا ہے۔[11] چنانچہ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دوڑتے ہوئے دیکھ کر پوچھا: آپ کو کیا ہوا ہے؟ ارشاد فرمایا: ابھی قید خانے سے آزاد ہوا ہوں۔ جب وہ بزرگ خواب سے بیدار ہوئے تو شور مچا ہوا تھا کہ حضرت داود طائی کا انتقال ہو گیا ہے۔[12] نیز جب آپ کا انتقال ہوا تو ایک غیبی آواز آئی کہ داؤد قید سے آزاد ہو گیا۔[13]

حاصلِ کلام: ☆مومن دنیا میں اپنی نفسانی خواہشیں ترک کرتا ہے، لہٰذا دنیا اس کے لیے قید خانہ ہے اور کافر دنیا میں اپنی تمام خواہشیں پوری کرتا ہے، لہٰذا دنیا اس کیلیے جنت ہے ☆دنیا کے قید خانے میں تکلیف پہنچنے کی مختلف صورتیں ہیں جیسے بیمار ہونا اور دوست اَحباب کی موت وغیرہ ☆مسلمان کے لئے دنیاوی تکلیف اخروی نعمتوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی جبکہ کافر کو دنیا میں جو نعمتیں ملتی ہیں وہ اخروی عذاب کے سامنے کچھ نہیں ☆مسلمان اگر دنیا میں خوشحال ہو تو بھی آخرت کی نعمتوں کے اعتبار سے یہ دنیا اس کے لیے قید خانہ ہے اور اگر کافر دنیا میں پریشان حال ہو تب بھی یہ دنیا اس کے لیے جنت ہے کیونکہ اُسے آخرت میں جو عذاب ملنے والا ہے اس کے مقابلے میں یہ دنیا کی پریشانی جنت کی مانند ہے۔ اللہ پاک ہمیں دنیا کی مصیبتوں پر صبر کرنے اور آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) مسلم، ص1210، حدیث:7417 (2) احیاء العلوم، 4/160 (3) مسلم، ص1210، حدیث:7417 (4) فیض القدیر، 3/730، تحت الحدیث:4275 ملخصاً (5) الزھد لابن مبارک، ص211، حدیث:597 (6) مصنف ابن ابی شیبہ، 8/189، رقم:10 (7) خودکشی کا علاج، ص19 (8) مرقاۃ المفاتیح، 9/8-7، تحت الحدیث:5158 (9) مراٰۃ المناجیح، 7/4 (10) مرقاۃ المفاتیح، 9/8، تحت الحدیث:5158 (11) مستدرک، 5/448، حدیث:7952 (12) رسالہ قشیریہ، ص35 (13) فیض القدیر، 3/730، تحت الحدیث:4275

میدانِ محشر
میں لوگوں کی کیفیت

(قیامت کے دن مختلف گناہوں کی وجہ سے لوگوں کی مختلف حالتوں کا بیان پچھلی کئی قسطوں سے جاری ہے، ان شاء اللہ اب نیکیوں کی وجہ سے لوگوں کی مختلف حالتوں کا ذکر کیا جائے گا۔)

مثلہ کرنے والے کی حالت: جس نے کسی جان دار کا مُثلہ[1] کیا اور توبہ نہ کی تو بروزِ قیامت اس کا مُثلہ کیا جائے گا۔[2]

مذاق اُڑانے والے کی حالت: لوگوں کا مذاق اڑانے والے کو قیامت کے دن جنت کا دروازہ کھول کر کہا جائے گا: آجاؤ۔ وہ دکھ درد میں مبتلا آئے گا، جب دروازے کے پاس پہنچے گا تو بند کر دیا جائے گا، پھر دوسرا دروازہ کھول کر کہا جائے گا: آجاؤ۔ وہ تکلیف و غم کی حالت میں آئے گا، جب پاس پہنچے گا تو پھر دروازہ بند کر دیا جائے گا، اس کے ساتھ اسی طرح ہوتا رہے گا، یہاں تک کہ جب ایک اور دروازہ کھول کر اسے بلایا جائے گا تو مایوسی کے سبب وہ نہیں آئے گا۔[3]

قرآن پاک کو بھلا دینے والے کی حالت: جس نے قرآن کریم پڑھا پھر اسے بھول گیا تو اللہ پاک سے ملاقات کے دن کوڑھی ہو کر ملے گا۔[4]

کوڑھی ہونے کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں:

☆ وہ سچ مچ کوڑھی ہو کر ملے گا۔ ☆ اس میں کوئی خیر نہ ہوگی۔
☆ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا۔ ☆ اس کے پاس پیش کرنے کو کوئی دلیل نہ ہوگی۔[5]

اللہ پاک کے عہد کو توڑنے والے کی حالت: جو اللہ پاک سے اس حال میں ملا کہ وہ اس کے عہد کو توڑنے والا تھا تو وہ کوڑھی ہو کر ملے گا۔[6]

دین بچانے کی خاطر [illegible] والوں کی حالت: اللہ پاک کے نزدیک محبوب ترین لوگ غُربا ہیں۔ عرض کی گئی: یہ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: وہ لوگ جو اپنا دین بچانے کے لئے راہِ فرار اختیار کرتے ہیں، بروزِ قیامت ان لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ جمع کیا جائے گا۔[7]

مسلمان کی عزت بچانے والوں کی حالت: جس نے کسی مسلمان کو کسی منافق سے بچایا ہو گا تو اللہ پاک قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجے گا جو بچانے والے کے گوشت کو جہنم کی آگ سے بچائے گا۔[8]

ظلم سے توبہ کرنے والوں کی حالت: اللہ پاک بروزِ قیامت اگلوں پچھلوں کو ایک کشادہ و ہموار زمین میں جمع فرمائے گا، پھر عرش کے نیچے سے اعلان کیا جائے گا: اے توحید والو! اللہ پاک نے تمہیں معاف فرما دیا ہے۔ مگر بعض لوگ دنیا میں کی گئی زیادتیوں کا بدلہ لینے کے لئے ایک دوسرے سے چمٹ جائیں گے تو پھر اعلان کیا جائے گا: اے توحید والو! ایک دوسرے کو معاف کرو جزا دینا میرے ذمے ہے۔[9]

امام غزالی فرماتے ہیں: یہ روایت ان لوگوں کے متعلق ہے جنہوں نے ظلم سے توبہ کر لی ہو اور دوبارہ ظلم کی طرف نہ لوٹے ہوں اور انہی لوگوں کا اس فرمانِ الٰہی میں ذکر ہے: فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا (پ15، بنی اسرائیل: 25) ترجمۂ کنزالایمان: تو بے شک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔ جبکہ امام قرطبی فرماتے ہیں: یہ اچھی تاویل ہے۔ یہ اس کے لئے ہوگا جس کا کوئی چھپا

ہوا نیک عمل ہو گا جس کے سبب اللہ پاک اس کی مغفرت فرما دے گا اور اس سے مطالبہ کرنے والوں کو راضی فرما دے گا۔ اگر یہ فرمان تمام لوگوں کے متعلق عام ہوتا تو کوئی بھی جہنم میں داخل نہ ہوتا۔[10]

کسی کو خوش کرنے والے: جس نے کسی مومن کی آنکھ ٹھنڈی کی بروزِ قیامت اللہ پاک اس کی آنکھیں ٹھنڈی فرمائے گا۔[11] ☆جس نے اپنے بھائی سے اس چیز کے ساتھ ملاقات کی جو اللہ پاک کو پسند ہے اور اس سے ملاقات کا مقصد اپنے اس بھائی کو خوش کرنا تھا تو اللہ پاک اسے قیامت کے روز خوش کر دے گا۔[12] جو بھی کسی مومن عورت کو اس کے بچے کے متعلق خوش کرے گا اللہ پاک قیامت کے دن اس بندے کو خوش کر دے گا۔[13]

یاد رکھئے! ماں کو اس کے بچے سے ملانا جہاں اچھی بات ہے تو ان دونوں کو جدا کرنا اتنا ہی بُرا ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جس نے ماں اور اس کے بچے کے درمیان جدائی ڈالی اللہ پاک بروزِ قیامت اس کے اور اس کے دوستوں کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔[14]

مسجدیں آباد کرنا: اندھیرے میں مسجدوں کی طرف چلنے والوں کو بروزِ قیامت کامل نور کی خوش خبری دو۔[15]

تلاوتِ قرآن: جس نے قرآن پڑھا، اس میں موجود احکامات پر عمل کیا اور جماعت میں رہتے ہوئے ہی انتقال کر گیا تو قیامت کے دن اللہ پاک اسے لکھنے والے، عزّت والے نیکوکار (فرشتوں) کے ساتھ اٹھائے گا۔ جو قرآن پڑھے پھر بھول جائے مگر وہ پڑھنا نہ چھوڑے تو اللہ پاک اُسے دو بار اجر عطا فرمائے گا۔ جو قرآن پڑھنے پر حریص ہو، لیکن پڑھنے کی قدرت نہ رکھتا ہو اور پڑھنا نہ چھوڑے تو قیامت کے دن اللہ پاک اسے ان افضل ترین اہلِ قرآن کے ساتھ اٹھائے گا جنہیں دیگر مخلوقات پر یوں فضیلت دی گئی جیسے گِدھ کو سارے پرندوں پر فضیلت دی گئی اور جیسا کہ آنکھ کی سیاہی کو اردگرد کے حصّے پر فضیلت دی گئی۔ پھر ایک پکارنے والا پکارے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں چوپایوں کی دیکھ بھال میری کتاب کی تلاوت سے غافل نہیں کرتی تھی؟ چنانچہ وہ کھڑے ہوں گے تو ان میں سے ایک کو عزت کا تاج پہنایا جائے گا، سیدھے ہاتھ میں کامیابی اور الٹے ہاتھ میں ہمیشگی کا پروانہ عطا کیا جائے گا۔[16]

جس نے کان لگا کر توجہ سے قرآنِ پاک کی ایک آیت سنی تو اس کے لئے بڑھنے والی ایک نیکی لکھی جائے گی اور جس نے اس کی تلاوت کی تو بروزِ قیامت اس کے لئے نور ہو گا۔[17]

قرآن پڑھنے و حفظ کرنے والے کے والدین کی حالت: جس نے قرآن پڑھا اور اس کے احکام پر عمل کیا تو قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ اچھی ہو گی جو دنیا میں تمہارے گھروں میں چمکتا ہے تو پھر خود اس قرآن پر عمل کرنے والے شخص کے مقام و مرتبہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے![18]

ایک روایت میں ہے کہ اگر قرآن پڑھنے والے کے والدین مسلمان ہوں تو انہیں قیامت کے دن ایک حُلّہ پہنایا جائے گا جو دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہو گا۔ وہ عرض کریں گے: ہمیں یہ حُلّہ کس طرح مل گیا؟ ہمارے اعمال تو ایسے نہ تھے! ان سے فرمایا جائے گا: اس لیے کہ تمہارا بیٹا قرآن کی تلاوت کیا کرتا تھا۔[19]

اندھوں کی حالت: دنیا میں جس کی بینائی چلی گئی قیامت کے دن اللہ پاک اسے نور دے گا بشرطیکہ وہ نیک ہو۔[20]

حاجیوں کی حالت: مؤذن اور تلبیہ پڑھنے والے بروزِ قیامت اپنی قبروں سے یوں نکلیں گے کہ مؤذن اذان کہتا اور تلبیہ پڑھنے والا تلبیہ پڑھتا ہو گا۔[21]

ایک احرام والے کو اس کی اونٹنی نے گرا دیا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ انتقال کر گیا تو حضور نے ارشاد فرمایا: اِسے پانی اور بیری کے ساتھ غسل دو، دو کپڑوں میں کفن دو، مگر اسے خوشبو لگانا نہ اس کے سر کو ڈھانپنا کیونکہ بروزِ قیامت

یہ اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ تلبیہ پڑھتا ہو گا۔[22]
☆ جمروں کی رَمی کرنا(یعنی شیطان کو کنکریاں مارنا) تیرے لئے قیامت کے دن نور ہو گا۔[23]
اسی طرح حج کے موقع پر سر مونڈانے کی صورت میں جو بال بھی زمین پر گرے وہ بھی قیامت کے دن نور ہو گا۔[24]
مسلمان بوڑھوں کی حالت: جسے اسلام میں بڑھاپا آیا تو وہ بڑھاپا بروزِ قیامت اس کے لیے نور ہو گا۔[25]
راہِ خدا میں غبار لگنے اور زخمی ہونے والوں کی حالت:
☆ راہِ خدا کا غبار اور جہنم کا دھواں مسلمان بندے کے پیٹ میں جمع نہ ہو گا۔[26]
☆ راہِ خدا میں سفر کرتے ہوئے جسے جتنا غبار لگے گا بروزِ قیامت اسے اتنا ہی مشک عطا کیا جائے گا۔[27]
☆ جو راہِ خدا میں زخمی ہو وہ بروزِ قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہتا ہو گا، جس کا رنگ تو خون جیسا مگر خوشبو مشک جیسی ہو گی۔[28]
وضو کی برکات: ☆ قیامت کے دن میری اُمت کو اس حال میں لایا جائے گا کہ وضو کے آثار سے ان کے چہرے روشن اور اعضا چمک رہے ہوں گے تو جو اس چمک دمک کو بڑھا سکتا ہو وہ ضرور ایسا کرے۔[29]
☆ قیامت کے دن ایک جماعت نکلے گی جن کے اعضائے وضو روشن و چمک دار ہوں گے، وہ جماعت زمین کے کناروں کو بھر دے گی، ان کا نور سورج کے نور کی طرح ہو گا، ایک پکارنے والا پکارے گا: نبی امی کہاں ہیں؟ ہر نبی امی اس پکار کو سن کر اٹھ کھڑے ہوں گے: پھر کہا جائے گا: اللہ پاک کے حبیب اور ان کی اُمت کہاں ہیں؟ پھر وہ بغیر حساب و عذاب جنت میں داخل ہو جائیں گے، پھر دوسری جماعت نکلے گی جن کے وضو والے اعضا چمک رہے ہوں گے ان کا نور چودھویں رات کے چاند کی طرح ہو گا، وہ لوگ بھی زمین کے کناروں کو بھر دیں گے، پھر اعلان ہو گا: نبی امّی کہاں ہیں؟ ہر نبی امی اس پکار پر اٹھ کھڑے ہوں گے تو کہا جائے گا: حضور اور ان کی اُمت کہاں ہیں؟ پس وہ بغیر حساب و عذاب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر ایک اور جماعت نکلے گی جن کا نور آسمان کے سب سے بڑے ستارے کے نور جیسا ہو گا، ان لوگوں سے بھی کنارے بھر جائیں گے، پھر اعلان ہو گا: نبی امی کہاں ہیں؟ یہ سنتے ہی ہر نبی امی اٹھ کھڑے ہو جائیں گے تو کہا جائے گا: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور ان کی امت کہاں ہیں؟ چنانچہ یہ جماعت بھی بغیر حساب وعذاب جنت میں داخل ہو جائے گی، پھر اللہ پاک (اپنی شان کے لائق) دو لپ بھرے گا اور ارشاد فرمائے گا: اے محمد! یہ تمہارے لیے ہے اور اے محمد! یہ میری طرف سے تمہارے لیے ہے، پھر میزان رکھا جائے گا اور حساب شروع ہو گا۔[30]
مؤذنوں کی حالت: قیامت کے دن سب سے اونچی گردنیں مؤذنوں کی ہوں گی۔[31]

---

(1) مُثلہ یعنی ناک کان یا ہاتھ پاؤں کاٹنا یا منہ کالا کر دینا۔(بہارِ شریعت، 2/429، حصہ:9) (2) مسند امام احمد، 2/403، حدیث:5665 (3) موسوعہ ابن ابی الدنیا، 7/183، حدیث:287 (4) ابوداود، 2/107، حدیث:1474 (5) البدور السافرہ، ص77، رقم:183 (6) مسند الشامیین، 3/408، حدیث:2562 (7) الزھد لامام احمد، ص113، حدیث:404 (8) ابوداود، 4/354، حدیث:4883 (9) معجم اوسط، 1/366، حدیث:1336 (10) البدور السافرہ، ص385 (11) الزھد لابن مبارک، ص239، حدیث:685 (12) معجم صغیر، 2/147، حدیث:1175 (13) الزھد لابن مبارک، ص248، حدیث:713 (14) ترمذی، 3/42، حدیث:1287 (15) ابوداود، 1/232، حدیث:561 (16) معجم کبیر، 20/72، حدیث:136 (17) مسند امام احمد، 3/245، حدیث:8502 (18) ابوداود، 2/100، حدیث:1453 (19) معجم کبیر، 20/73، حدیث:136 (20) معجم اوسط، 1/336، حدیث:1220 (21) معجم اوسط، 2/366، حدیث:3558 (22) بخاری، 1/611، حدیث:1851 (23) ترغیب وترہیب، 2/104، حدیث:1815 (24) معجم اوسط، 2/13، حدیث:2320 (25) ترمذی، 3/237، حدیث:1640 (26) ابن ماجہ، 3/346، حدیث:2774 (27) ابن ماجہ، 3/346، حدیث:2775 (28) مسلم، ص803، حدیث:4862 (29) بخاری، 1/71، حدیث:136 (30) معجم کبیر، 8/173، 189، حدیث:7723، 7780 (31) معجم کبیر، 5/209، حدیث:5119
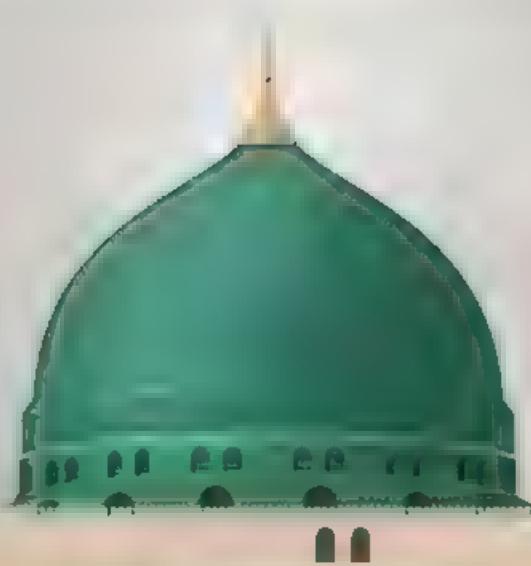
حضور کے دودھ پینے کی عمر کے واقعات (قسط:۱۰)

گزشتہ سے پیوستہ: پچھلی قسط میں ذکر ہوا کہ حضور کو دودھ پلانے کی خدمت کی سعادت سیدہ حلیمہ کو ملنے کی وجہ کے علاوہ یہ بھی جائزہ لیا گیا کہ کیا واقعی حضور کے یتیم ہونے کی وجہ سے بنی سعد کی دیگر خواتین نے حضور کو اپنانے سے انکار کر دیا تھا اور حضرت عبد المطلب نے بھی مجبوری کی حالت میں سیدہ حلیمہ کو منتخب فرمایا اور سیدہ حلیمہ نے بھی مجبوری کے عالم میں حضور کو اپنایا کہ انہیں کوئی اور بچہ نہ ملا تھا؟ چنانچہ اسی سلسلے میں آخری گزارشات پیشِ خدمت ہیں:

حضور کو یتیم کہنا کیسا؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی پیدائش سے پہلے ہی آپ کے والد ماجد اس جہانِ فانی سے پردہ فرما چکے تھے اور جس بچے کے سر سے والد کا سایہ اٹھ جائے اسے اگرچہ یتیم کہتے ہیں، مگر حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو یتیم کہنے سے پہلے ہزار بار سوچ لیجئے، کیونکہ حضور کو یتیم کہنا جائز نہیں۔ کیونکہ یتیم کے دو معانی ہیں: ایک تو وہ معنی ہے جو عرف میں عام ہے یعنی جس بچے کا باپ اس کے بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو جائے اسے یتیم کہتے ہیں، لہٰذا اس معنی کے اعتبار سے حضور کو یتیم کہنا جائز نہیں، کیونکہ علمائے کرام نے ہر اس لفظ کو حضور کے لئے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے جس سے حضور کی شان میں کمی ہوتی ہو۔ بلکہ بعض علمائے کرام کے نزدیک تو حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو یتیم کہنے والا شخص گستاخِ رسول ہونے کی وجہ سے واجبُ القتل اور کافر ہے۔ البتہ! اس لفظ یعنی یتیم کا ایک معنٰی منفرد و یکتا ہونا بھی ہے اور اس معنٰی کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو دُرِّ یتیم (بے مثل موتی) کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ سورۂ وَالضُّحٰی میں حضور کے متعلق جو یہ لفظ ذکر ہوا ہے اس سے بعض مفسرین نے یہی دوسرا معنٰی مراد لیا ہے یعنی قریش میں حضور کی مثال نہیں ملتی، آپ یکتا ہیں۔[1] نیز وہ تمام روایات جن میں ہے کہ بنی سعد کی خواتین نے حضور کو یتیم سمجھ کر دودھ پلانے سے انکار کر دیا تھا، انہیں بیان کرنا درست نہیں، کیونکہ کچھ ایسے قرائن بھی ہیں جن کی بنا پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ بات سو فی صد درست نہیں، بلکہ حقیقت کچھ اور بھی ہے۔

دودھ پلانے والی خواتین کے انکار کی بنیادی وجہ!!!

اس زمانے میں دودھ کی اُجرت لینا آزاد عورتیں اچھا نہیں

جاتی تھیں، اس لئے وہ یہ کام کسی طے شدہ اُجرت پر سرانجام نہیں دیتی تھیں۔ بلکہ ان کی خدمت کا صلہ بچے کے والد کی مرضی پر چھوڑ دیتی تھیں کہ وہ جو چاہے انہیں عطا کر دے اور ان کا تجربہ یہ تھا کہ بچے کی ماں یا دادا سے عام طور پر بچے کا باپ زیادہ ہی نوازتا ہے (یا یہ بھی ممکن ہے کہ بچے کے باپ سے ملنے والے نذرانے کو اصل سمجھتی ہوں اور بچے کی ماں اور دادا سے ملنے والے نذرانے زائد سمجھتی ہوں)، لہٰذا اگر کسی بچے کا باپ زندہ نہ ہوتا تو وہ سمجھتیں کہ اس بچے کی ماں اور دادا سے خدمت کا کچھ خاص بدلہ نہیں ملے گا (کیونکہ ان دونوں سے تو انہیں ویسے ہی یہ سب مل جاتا)۔[2] لہٰذا اس اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بنی سعد کی تمام خواتین حضرت عبد المطلب کی شان و عظمت کو تو جانتی تھیں، مگر انہیں اپنے تجربات کے مطابق چونکہ دادا سے دودھ پلانے کے بدلے زیادہ مال و دولت ملنے کی توقع نہ ہوتی، لہٰذا وہ جان بوجھ کر حضور کو دودھ پلانے پر راضی نہ ہوئیں اور زیادہ مال و دولت کی لالچ میں دیگر سردارانِ قریش کے بچوں کو انہوں نے حضور پر ترجیح دی۔ حالانکہ یہ ان کی بہت بڑی غلط فہمی تھی کہ انہیں کچھ زیادہ مال نہ ملے گا، کیونکہ جب حضور پیدا ہوئے تو حضرت عبد المطلب نے کئی اونٹ اور بکریاں ذبح کروائیں، تمام مکے والوں کی تین دن دعوت کی، یہی نہیں بلکہ مکے کی طرف آنے والے ہر راستے پر اونٹ ذبح کروا کے رکھ دیئے جن سے تمام انسانوں، جانوروں اور پرندوں کو گوشت لینے کی اجازت تھی۔[3] اس بات کو اگرچہ کئی سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد المطلب نے کئی اونٹ ذبح فرمائے مگر کب کرائے؟ اس کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ مثلاً تاریخ خمیس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے پیدا ہونے کی خوشی میں ساتویں دن عقیقے کے موقع پر حضرت عبد المطلب نے کئی اونٹ ذبح کر کے قریش کے تمام لوگوں کی دعوت کی۔[4] لہٰذا یہ کیسے ممکن تھا کہ حضرت عبد المطلب حضور کی پیدائش کی خوشی میں تو کئی جانور ذبح کرتے مگر دودھ پلانے والی عورت کو کچھ عطا نہ فرماتے!

بنو سعد قبیلے کی دودھ پلانے والی خواتین کی اہمیت

اس زمانے میں شہرِ مکہ کے باہر سے آنے والوں کے لئے ٹھہرنے کی مخصوص جگہیں ہوتی تھیں۔ ایسا نہیں کہ خواتین بچوں کی تلاش میں موجودہ دور میں پھیری لگانے والوں کی طرح آوازیں لگاتی ہوں گی کہ ہے کسی کے گھر میں بچہ جسے دودھ پلانے والی کی حاجت ہو؟ کیونکہ قریش اپنے حسب و نسب پر کبھی سمجھوتا کرتے تھے نہ کبھی آنچ آنے دیتے تھے اور دودھ پلانا گویا کہ ایک قبیلے سے رشتہ جوڑنا ہوتا تھا، لہٰذا رشتے جوڑنے سے پہلے وہ ضرور دیکھتے و پرکھتے تھے کہ ان کے بچوں کو دودھ پلانے والی خاتون کیسی ہے؟ یعنی دودھ پلانا کوئی کاروبار نہیں تھا کہ ایک نے دودھ پلا دیا اور دوسرے نے اس کی قیمت ادا کر دی، اب دونوں یہ کہتے ہوئے ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں کہ یا شیخ! اپنی اپنی دیکھ! بلکہ یہ کبھی نہ ٹوٹنے والا تعلق ہوتا تھا جو طرفین کے درمیان ہمیشہ قائم رہتا، اس کی عزت کی جاتی اور ہمیشہ اس کا لحاظ و خیال کیا جاتا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اعلانِ نبوت فرمانے کے بعد جب آپ کے رضاعی والد حضرت حارث مکے تشریف لائے تو قریشِ مکہ نے جن الفاظ میں ان سے شکایت کی وہ انتہائی قابلِ غور ہیں۔ کیونکہ انہوں نے کہا تھا: اے حارث! کیا تو جانتا ہے کہ **تیرا بیٹا کیا کہتا ہے؟**[5] یہ الفاظ ایک واضح دلیل ہیں کہ عرب دودھ کے رشتوں کو حقیقی رشتہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ

جب بنی سعد کی خواتین اس زمانے میں مکے آئیں تو یقیناً کسی خاص مقام پر قیام کیا ہو گا اور پھر بنیادی معلومات حاصل کی ہوں گی کہ اس وقت مکے کے کس گھرانے کو اپنے نومولود بچے کو دودھ پلانے والی چاہئے! چونکہ ہر سال قرب و جوار کے مختلف قبیلوں سے خواتین اسی غرض سے آتی رہتی تھیں، مگر مکے والے عام طور پر بنو سعد قبیلے کی آب و ہوا کے اچھا ہونے کی وجہ سے وہاں کی خواتین کو اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے پسند کرتے تھے، جیسا کہ علامہ ابنِ کثیر نے حضور کے میلاد پر لکھے گئے رسالے میں اس بات کو واضح کیا ہے۔[6] لہٰذا اس وجہ سے دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ بنو سعد قبیلے کی بڑی ڈیمانڈ تھی، یہی وجہ ہے کہ جب مکے والوں کو بنو سعد قبیلے کی خواتین کے آنے کا علم ہوتا تو وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے میں بالکل دیر نہ

کرتے۔ چنانچہ اس سال جب بنو سعد قبیلے کی خواتین مکے آئیں تو دودھ پیتے بچے حاصل کرنے کی دو ہی صورتیں تھیں: 1 وہ خود ان گھرانوں کا رخ کریں جہاں سے انہیں زیادہ مال و دولت ملنے کا یقین ہو اور 2 ان کی آمد کے متعلق سن کر مکے کے امیر ترین لوگ خود ان سے رابطہ کر کے انہیں اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے منتخب کر لیں۔ جیسا کہ حضرت عبد المطلب کے متعلق بھی منقول ہے کہ آپ (ان کی آمد کے متعلق جان کر) کسی ایسی ہی خاتون کی تلاش میں گئے تھے جو حضور کو دودھ پلا سکے۔[7]

دودھ پلانے والی خواتین نے حضور کو دودھ پلانے سے انکار کیا یا حضور نے انہیں قبول نہ فرمایا؟

حضرت عبد المطلب چونکہ پہلے بھی اپنے بیٹے یعنی حضرت حمزہ کے لئے بنو سعد ہی کی ایک خاتون کی خدمات حاصل کر چکے تھے۔ مگر اب کی بار جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دودھ پلانے کے لئے بنی سعد کی ہی خاتون کا انتظام کرنے کے لئے اس خاص مقام پر پہنچے جہاں بنو سعد قبیلہ ٹھہرا ہوا تھا اور ان سے پوچھا: اے دودھ پلانے والی عورتو! کیا تم میں کوئی ایسی خاتون ہے جسے ابھی تک دودھ پلانے کے لئے بچہ نہ ملا ہو؟[8] تو اس بار آپ کو جس صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا وہ کافی مختلف تھی۔ اس لئے کہ بنو سعد قبیلے کی خواتین اگرچہ حضرت عبد المطلب کی شان اور بنو ہاشم قبیلے کی عظمت سے آگاہ تھیں، مگر اس سال قحط سالی کا شکار ہونے کی وجہ سے انہیں اپنی اور اپنے خاندان کی کفالت کے لئے کچھ زیادہ مال و دولت کی حاجت تھی، لہٰذا ان کی پہلی ترجیح وہی خاندان تھے جو امیر کبیر ہوں اور انہیں زیادہ سے زیادہ نوازیں اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ ان کا تجربہ تھا کہ یتیم بچوں کی ماں اور دادا سے انہیں کوئی خاص مالی فائدہ نہ ہوتا، لہٰذا وہ اپنے پچھلے تجربات کے سبب حضور کو دودھ پلانے پر راضی نہ تھیں اور ادھر حضرت عبد المطلب بھی حضور کے لئے کسی ایسی خاتون کا اہتمام کرنے کی خواہش رکھتے تھے جو اپنی خوشی سے راضی ہو اور اس کے دل میں صرف مال و دولت حاصل ہونے کی محبت ہی نہ ہو، بلکہ وہ ایک ماں کی طرح حضور کی دیکھ بھال اور حفاظت کرے، کیونکہ آپ کو کسی حد تک حضور کی حقیقت معلوم ہو چکی تھی اور آپ کو علم تھا کہ اگر حضور کی حقیقت سب کو معلوم ہو گئی تو یہود و نصاریٰ جو پہلے ہی سے اس اُمت کے آخری نبی کی تلاش میں ہیں، وہ ضرور نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا آپ حضور کی حقیقت کو چھپا کر رکھنا چاہتے تھے، مگر آپ کو حضور کی ان برکات کو چھپانے پر قدرت حاصل نہ تھی جو خود بخود ظاہر ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کی ملاقات حضرت حلیمہ سے ہوئی تو آپ نے انہیں مال و دولت کی آفر کی نہ حضور کی حقیقت بتائی، بلکہ یہ فرمایا: میرے پوتے کے سر پر اگرچہ باپ کا سایہ نہیں۔ ہاں! اگر تم اس بچے کو دودھ پلانے پر راضی ہو جاتی ہو تو ممکن ہے یہ بچہ تمہارے لئے خیر و برکت کا سبب بن جائے۔[9] چنانچہ بعد میں واقعی حضور کی جو برکتیں ظاہر ہوئیں انہیں کون نہیں جانتا!

البتہ! یہاں یہ ذکر کرنا فائدے سے خالی نہیں کہ حضور کی سیرت کا یہ پہلو اگرچہ سیدہ حلیمہ سعدیہ سے منقول ہے مگر ان سے مروی روایات میں کافی اختلاف ہے۔ یعنی اگر یہ مروی ہے کہ حضور کو یتیم سمجھ کر قبول نہ کیا گیا تو علامہ ابنِ جوزی نے ایک روایت ایسی بھی نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان خواتین نے حضور کو قبول کرنے سے انکار نہ کیا تھا، بلکہ حضور نے ان خواتین کو شرفِ قبولیت عطا نہ فرمایا تھا۔ چنانچہ

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں: جب ہم مکہ شہر میں پہنچیں تو ہم میں سے کچھ خواتین بچوں کی تلاش میں نکل گئیں جبکہ میں اور سات مزید خواتین ابھی وہیں بیٹھی تھیں کہ حضرت عبد المطلب تشریف لائے اور فرمایا: میرے پاس ایک بچہ ہے، اے دودھ پلانے والی عورتو! آؤ! اسے دیکھ لو، پھر جس کی مرضی ہو یا جس کے مقدر میں ہو گا وہ اس بچے کو لے لے گی۔ لہٰذا ہم سب ان کے ساتھ گئیں اور جب ہم نے حضور کو دیکھا تو ہم میں سے ہر ایک یہی کہنے لگی کہ میں اس بچے کو دودھ پلاؤں گی۔ لہٰذا اس صورت میں یہ طے پایا کہ حضور جسے پسند کریں گے وہی دودھ پلائے گی، چنانچہ سب نے باری باری حضور کو دودھ پلانے کی کوشش کی مگر حضور نے ان میں سے کسی کو بھی شرفِ قبولیت عطا نہ فرمایا اور پھر آخر میں جب میری باری آئی اور آپ نے مجھے دیکھا تو مسکرائے اور خوشی سے میری گود میں تشریف لے آئے۔ میں نے اپنی سیدھی چھاتی پیش کی جو آپ نے بخوشی قبول فرمالی، پھر جب میں نے الٹی چھاتی پیش کی تو آپ نے قبول نہ کی گویا کہ آپ جانتے تھے کہ آپ کے علاوہ کوئی اور بھی دودھ پینے میں آپ کا حصے دار ہے۔ یہ دیکھ کر حضور کی

محبت و رغبت میرے دل میں اور بھی بڑھ گئی، لہٰذا میں نے ارادہ کر لیا کہ بس ابھی حضور کو اپنے ساتھ ہی لے کر جاؤں گی۔ مگر جب حضرت عبد المطلب نے یہ بتایا کہ اس بچے کے سر پر باپ کا سایہ نہیں تو (میں سوچ میں پڑ گئی کہ اب کیا کروں؟[10] ور)ان سے عرض کی: مجھے کچھ مہلت دیجئے تاکہ میں اس معاملے میں اپنے شوہر سے مشورہ کر لوں۔ انہوں نے خوشی سے مجھے ایسا کرنے کی اجازت عطا فرما دی۔ میں سیدھی اپنے شوہر کے پاس گئی اور جا کر سب کچھ بتایا تو انہوں نے فرمایا: فوراً جا کر اس بچے کو لے آؤ! ہو سکتا ہے اللہ پاک اس بچے کو ہمارے لئے برکت کا سبب بنا دے![11] جبکہ شرفُ المصطفیٰ میں ہے کہ جب انہوں نے اپنے شوہر سے بات کی تو (وہ بڑی حیران ہوئیں کہ) اللہ پاک نے ان کے شوہر کے دل میں پہلے ہی سے اتنی خوشی پیدا کر دی تھی کہ وہ فوراً کہنے لگے: اے حلیمہ! فوراً اس نیک بخت بچے کو جا کر لے آ! (اور دیر نہ کر!) اگر تو اس بچے کو حاصل نہ کر سکی تو پھر زمانے میں کبھی کامیابی نہ پا سکے گی۔ فرماتی ہیں: میں نے فوراً حضور کو اپنانے کا فیصلہ کر لیا کہ اتنے میں میرے بھانجے نے یہ کہتے ہوئے میرے ارادے میں دراڑ ڈال دی کہ خالہ جان! بنی سعد کی تمام خواتین ایسے بچوں کو لے کر واپس اپنے قبیلے میں جائیں گی جن کے باپ انہیں دودھ پلانے کی خدمت کے بدلے خوب نوازیں گے جبکہ آپ ایک ایسے بچے کو ساتھ لے کر جائیں گی جس کے سر پر باپ کا سایہ ہی نہیں! بھلے وہ قریشی ہے، مگر آپ دوسروں کی نسبت مال و دولت کی زیادتی سے محروم رہیں گی اور الٹا آپ کو اس بچے کی پرورش پر تکلیف اور دیگر مصیبتوں کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔ فرماتی ہیں: یہ سن کر کچھ دیر کے لئے میں نے اپنا ارادہ بدل دیا مگر (یہ جان کر کہ میری تمام ساتھی عورتوں کو بچے مل چکے ہیں) اچانک میری غیرت نے جوش مارا اور میں بولی: میرے قبیلے کی دیگر عورتیں بچے لے کر واپس جائیں اور میں خالی ہاتھ جاؤں، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، میں اسی بچے کو لے کر جاؤں گی، بھلے اس کے سر پر باپ کا سایہ نہیں، مگر اس کے دادا حضرت عبد المطلب تو ہیں اور میں نے آج تک ان سے بڑھ کر خوبصورت انسان نہیں دیکھا (یقیناً وہ مجھے محروم نہیں رہنے دیں گے)۔[12] جبکہ یہی بات معارجُ النبوۃ میں کچھ یوں بیان کی گئی ہے کہ جب بھانجے کی بات سے سیدہ حلیمہ کا ارادہ بدلا تو آپ فرماتی ہیں: اسی وقت میرے دل میں الہام ہوا کہ اگر اس بچے کو چھوڑ دیا تو ہرگز فلاح نہ پائے گی۔ لہٰذا میں نے بھانجے کی بات پر توجہ نہ دی اور قسم اٹھائی کہ میں حضور کو ہی لوں گی اگرچہ ان کے والد نہیں تو کیا ہوا! ان کے دادا تو ہیں! میں انہیں صرف والد کا سایہ سر پر نہ ہونے کی وجہ سے نہیں چھوڑوں گی۔ اگر اس دُرِّ یتیم کا مرتبہ کوئی اور نہیں پہچانتا تو میں پہچانوں گی۔ نیز مجھے امید تھی کہ جو خواب میں نے دیکھا ہے وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا، وہ ضرور میری حالت بدلے گا۔[13]

معلوم ہوا! بنی سعد کی خواتین حضور کو ان کے سر پر باپ کا سایہ نہ ہونے کی وجہ سے کیا قبول کرتیں! حضور نے ہی انہیں پسند نہ فرمایا یعنی سیدہ حلیمہ اللہ و رسول کی پسند تھیں اور انہوں نے بھی حضور کو مجبوراً نہیں بلکہ خوشی و رضا سے اپنایا، البتہ! اس حوالے سے مروی روایات کے اختلاف کو یوں دور کیا جا سکتا ہے کہ ان خواتین کو مکے پہنچتے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ کس گھر میں بچہ ہے، لہٰذا انہوں نے ایک دوسرے سے پہلے بچے لینے کے لئے جلدی کی اور جب حضرت عبد المطلب پہنچے تو بعض بچے لے چکی تھیں یا ان کی ابھی مشاورت جاری تھی، پھر جب حضور نے انہیں قبول نہ فرمایا تو انہوں نے دوسرے بچے لے لئے مگر سیدہ حلیمہ حضور سے متعلق مشاورت کی وجہ سے کسی اور طرف نہ گئیں۔ پھر آپ نے اپنے بھانجے کی وجہ سے جو ارادہ بدلا تھا وہ بھی اس دلی یقین کی وجہ سے دور ہو گیا کہ آپ کو خواب و بیداری کی حالت میں جس نیک بخت بچے کو دودھ پلانے کی سعادت ملنے سے متعلق خوشخبریاں مل رہی تھیں، وہ غلط نہیں ہو سکتیں۔[14]

---

❶ فتاویٰ رضویہ، 14 / 627، 628۔ مزید تفصیلات جاننے کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد 14 صفحہ 625 تا 635 کو پڑھئے۔ ❷ سبل الہدیٰ والرشاد، 1 / 386 ❸ دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص78، حدیث: 81 ❹ تاریخ خمیس، 1 / 204 ❺ سیرت حلبیہ، 1 / 130 ❻ ذکر مولد رسول اللہ لابن کثیر، ص 34 ❼ سیرت ابن ہشام، ص 66 ❽ شرف المصطفیٰ، 1 / 374 ❾ سیرت حلبیہ، 1 / 132، 131 ❿ یتیم بچوں کو دودھ پلانے کے حوالے سے اسی مضمون میں تفصیلات ذکر ہو چکی ہیں۔ ⓫ مجموع لطیف، مولد العروس، ص296 ⓬ شرف المصطفیٰ، 1 / 374 ⓭ معارج النبوۃ، رکن دوم، ص53 ⓮ شرف المصطفیٰ، 1 / 374

جب حضرت یوسف علیہ السلام کا پیالہ حضرت بنیامین کے سامان سے نکلا اور آپ نے انہیں اپنے پاس رکھ کر اپنے باقی بھائیوں کو جانے کا کہا تو ان سب نے بنیامین کی جگہ خود کو غلامی و قید کے لئے پیش کر دیا مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی بات نہ مانی اور ارشاد فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں گناہ گار کو تو چھوڑ دوں اور بے گناہ کو پکڑ لوں! چنانچہ وہ مایوس ہو کر شاہی محل سے چل دیئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کیا جائے؟ یہودا نے کہا: (رات کو) میں قید خانے کے دروازے پر جا کے بیٹھ جاؤں گا اور بنیامین کو ہر گز قید خانے میں نہیں رہنے دوں گا، تم سب بازار چلے جاؤ اور اپنے ہتھیار لے کر تیار رہنا، جب میں زور سے دھاڑوں گا تو (اس کے ڈر سے) سپاہیوں کے پتے پانی ہو جائیں گے۔ لہٰذا تم لوگ میری دھاڑ سن کر سیدھی و اُلٹی طرف سے قتلِ عام شروع کر دینا، ادھر میں بھی اپنے آس پاس کے لوگوں کو اور مصر کے بادشاہ کو قتل کر دوں گا (اور یوں ہم بنیامین کو یہاں سے آزاد کروا کر لے جائیں گے)۔

یہودا کو جب غصہ آتا تھا تو اس کے جسم پر موجود بال کھڑے ہو کر کپڑوں سے باہر نکل آتے تھے، جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دیتا تو اس کا غصہ و غضب ختم ہو جاتا تھا۔ وہ یہ سارا پروگرام بنا رہے تھے، مگر نہیں جانتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بھی ان کی باتیں سن رہے ہیں اور سمجھ بھی رہے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہودا کو غصے کی حالت میں دیکھا تو (وہ چونکہ جانتے تھے کہ اس کا غصہ کیسے ختم ہو سکتا ہے، لہٰذا) انہوں نے اپنے چھوٹے بیٹے مائیل کو بلا کر اسے یہودا کی کمر پر اپنا ہاتھ پھیرنے کو کہا۔ جب مائیل نے ہاتھ پھیرا اور یہودا کا غصہ فوری ختم ہو گیا تو اس نے حیران ہو کر مائیل کو بڑی محبت سے پکڑ لیا اور پوچھا: تم کون ہو؟ مجھے تم سے اپنے والد یعقوب کی خوشبو آ رہی ہے۔ مگر مائیل نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر جب سورج طلوع ہونے تک باقی بھائیوں نے یہودا کی آواز نہ سنی تو وہ اس کے پاس آئے اور بولے: تمہیں کیا ہوا ہے؟ اس پر اس نے بتایا کہ خاموش رہو! یہاں ہمارے والد کی اولاد میں سے کوئی ہے، مگر وہ کون ہے مجھے نہیں معلوم۔ اس کے بعد اس نے ساری صورتِ حال سے باقی بھائیوں کو آگاہ کیا اور انہیں کہا کہ تم سب واپس حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ اور انہیں جا کر سب کچھ بتاؤ کہ یہاں بنیامین کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے۔ میں یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا، یہاں تک کہ

اللہ پاک میرے متعلق کوئی فیصلہ فرمادے یا پھر مجھے یہیں موت آجائے۔ چنانچہ

جب وہ سب واپس پہنچے تو حضرت یعقوب علیہ السّلام نے بڑے اچھے طریقے سے انہیں باری باری گلے لگایا اور پھر جب یہ پوچھا کہ یہودا اور بنیامین کہاں ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ بنیامین نے چوری کی تھی جس کی وجہ سے اسے مصر کے بادشاہ نے قید کر لیا ہے، اس پر حضرت یعقوب نے ان سے پوچھا: کیا تم نے اسے چوری کرتے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؟ انہوں نے عرض کی: نہیں، بلکہ یہ چوری رات کے وقت ہوئی تھی، اگر آپ مزید پوچھنا چاہتے ہیں تو بھلے دیگر تاجروں سے اور ہمارے ساتھ آنے والوں سے پوچھ سکتے ہیں (کہ ایسا ہی ہوا تھا اور ہم اس معاملے میں بالکل بے قصور ہیں)۔ اس پر حضرت یعقوب علیہ السّلام نے فرمایا: میں اس معاملے میں صبر کروں گا اور امید ہے کہ اللہ پاک میرے سب بیٹوں یعنی یہودا، یوسف اور بنیامین کو جلد ہی واپس مجھ سے ملادے گا۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام نے یہ کیوں کہا اور کہاں سے جانا کہ ان کے سب بیٹے عنقریب آجائیں گے؟ تو اس کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام کے پاس ملک الموت تشریف لائے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ تجھے تیرے رب کی قسم! جو روحیں تو نے اب تک نکالی ہیں کیا ان میں تو نے میرے بیٹے یوسف کی روح بھی نکالی ہے یا نہیں؟ انہوں نے عرض کی: نہیں، بلکہ یوسف زندہ ہیں اور اس وقت ایک ملک کے بادشاہ ہیں، ان کے پاس خزانے اور غلام و لشکر ہیں۔ لیکن جب حضرت یعقوب علیہ السّلام نے یہ پوچھا کہ یوسف کہاں ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: مجھے بتانے کی اجازت نہیں، البتہ! آپ انہیں عنقریب دیکھ لیں گے۔[1]

حضرت یعقوب علیہ السّلام نے اپنے بیٹے شمعون سے عزیزِ مصر کو یہ خط لکھنے کا حکم ارشاد فرمایا کہ اگر میں عزیز مصر کا نام جانتا تو خط میں نام لکھتا کہ اے وہ شخص جسے اس خدا نے عزت دی ہے وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے! میں ایک ایسا شخص ہوں جس کا دل گھٹن کا شکار ہے، غم نے میرے جوڑوں کو جدا کر دیا ہے اور میں ہر خوشی سے دور اور ہر غم کے قریب ہوں، رات دن رونا و فریاد کرنا میرا کام ہے، میں انبیائے کرام کی اولاد میں سے ہوں اور میری اولاد بھی چور نہیں ہو سکتی، بلکہ ہم خاص لوگ ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ نے رات کو خود ہی میرے لڑکے کے سامان میں اپنا قیمتی پیالہ رکھ دیا تھا اور بعد میں اسی کی چوری کے الزام میں اسے اپنے پاس رکھ لیا ہے، آپ (بادشاہ ہیں اور عقلمند انسان بھی، لہٰذا) نبیوں کی اولاد کے ساتھ نادان لوگوں کا سا انداز اختیار نہ فرمایئے، کیونکہ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ کریم و رحیم ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے لڑکے کو میرے پاس اس سے پہلے بھیج دیں کہ کہیں میرے دل و زبان سے آپ کے خلاف کوئی ایسی دعا نہ نکل جائے جو آپ اور آپ کی اولاد کے حق میں بہتر نہ ہو، کیونکہ مظلوم کی سنی جاتی ہے۔

جب حضرت یوسف علیہ السّلام کے پاس حضرت یعقوب کا یہ خط پہنچا تو آپ نے اسے پڑھ کر آنکھوں پر رکھا، پھر تخت سے اتر کر بھائیوں کے ساتھ آبیٹھے اور فرمایا: اے اولادِ یعقوب! اس وقت تک میرے اور تمہارے درمیان تمام باتیں ترجمان کے واسطے سے ہوتی رہی ہیں، مگر اب درمیان میں ترجمان نہیں ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے وہ بیع نامہ جو آپ کے بھائیوں نے آپ کو بیچتے وقت لکھا تھا اور آپ نے اسے مالک بن زعر سے حاصل کیا تھا، اپنے بھائیوں کی طرف پھینکا، جسے دیکھ کر ان سب کے رنگ اڑ گئے اور اعضا کانپنے لگے اور انکار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ ہمارا خط نہیں۔

امام غزالی فرماتے ہیں: اسی طرح گناہ گار انسان قیامت کے دن انکار کرے گا اور کہے گا: یہ میرا اعمال نامہ نہیں ہے۔ تو اللہ پاک فرمائے گا: اے بُرے بندے! تو اعمال نامہ کا انکار کرتا ہے! حالانکہ میرے پاس تیرے دو فرشتے، تیرے اعضاء، زمان و مکان اور لوح و قلم گواہ ہیں۔ جیسا کہ اللہ پاک نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا ہے: يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ (پ18، النور: 24) ترجمہ کنز العرفان: جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔[2]

● بحر المحبہ، ص147 تا 149
● بحر المحبہ، ص150 تا 151

(93)

میٹھی میٹھی عبارت پہ شیریں درود
اچھی اچھی اشارت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **عبارت:** مراد گفتگو ہے۔ **شیریں:** میٹھا۔

مفہومِ شعر: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی میٹھی میٹھی گفتگو پہ شیریں درود اور گفتگو کرتے ہوئے ہاتھوں کے پیارے پیارے اشارے پہ لاکھوں سلام۔

شرح: میٹھی میٹھی عبارت: حضور بہت ہی میٹھی، خوبصورت اور دلکش گفتگو فرماتے، آپ کے دیگر اوصاف کی طرح حسنِ بیان اور خوش آوازی میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہیں، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: اللہ پاک نے تمام نبیوں کو خوش آوازی اور خوبصورتی عطا فرما کر بھیجا، مگر تمہارے نبی سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش آواز تھے۔[1]
آپ کے خوبصورت منہ سے ادا ہونے والے پھول جیسے کلمات کی ترتیب، روانی اور ان کے اثر کو بیان کرتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور تمہاری طرح تیزی سے مسلسل کلام نہیں فرماتے، بلکہ ٹھہر ٹھہر کر اس طرح گفتگو فرماتے ہیں کہ پاس بیٹھا شخص صرف سن کر یاد کر لیتا ہے۔[2] اگر کوئی الفاظ گننا چاہتا تو باآسانی گن سکتا تھا۔[3]

میں تیرے حسنِ بیاں پہ صدقے | میں تیری میٹھی زباں کے صدقے
برنگِ خوشبو دلوں میں اترا | ہے کتنا دلکش خطاب تیرا

حضور کے اندازِ گفتگو کو انتہائی ذوق و محبت سے بیان کرنے کے لیے بڑے بہترین استعارات و کلمات کا سہارا لیا گیا ہے، مگر اس حوالے سے حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کا اندازِ بیان سب سے جدا ہے۔ آپ فرماتی ہیں: حضور جب خاموشی اختیار فرماتے تو چہرۂ اقدس سے وقار جھلکتا، جب کلام فرماتے تو بیٹھے ہوؤں پر چھا جاتے اور آپ کی شہد سے میٹھی گفتگو لڑی سے جھڑتے موتیوں کی طرح محسوس ہوتی۔[4]

اچھی اچھی اشارت: کسی کو اپنی بات اچھی طرح سمجھانے کے لیے دورانِ گفتگو ہاتھ سے مناسب اشارے کرنا مفید ہوتا ہے۔ چنانچہ جب کبھی حضور دورانِ گفتگو ایسے اشارے فرماتے تو گویا گفتگو کی خوبصورتی کو چار چاند لگ جاتے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جب حضور کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہاتھ پلٹ دیتے، جب بات کرتے تو ہاتھ ملا لیتے اور کبھی سیدھی ہتھیلی کو الٹے انگوٹھے کے اندرونی حصے پر مارتے۔[5]

(94)

سیدھی سیدھی روش پہ کروڑوں درود
سادی سادی طبیعت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **روش:** چال۔ **طبیعت:** مزاج۔

مفہومِ شعر: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی غرور و تکبر سے پاک سیدھی سادی مگر باکمال رفتار پہ کروڑوں درود اور آپ کی عاجزانہ سادہ طبیعت پہ لاکھوں سلام۔

شرح: سیدھی سیدھی روش: حضور کی مبارک چال سادگی و کمال کا مجموعہ تھی، سادگی اس لیے کہ آپ صحابہ کو اپنے آگے چلنے کا

حکم دیتے اور کمال یہ کہ آپ کے پیچھے نوری مخلوق یعنی فرشتے چلا کرتے تھے۔[6] آپ پاؤں زمین پر گھسیٹ کر نہ چلتے بلکہ پوری قوت کے ساتھ قدم مبارک اٹھاتے اور نہایت وقار کے ساتھ آہستہ سے زمین پر رکھتے تیز تیز رفتاری سے یوں چلتے گویا بلندی سے اتر رہے ہوں۔[7] آپ کی یہ کیفیت بیان کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چلنے میں حضور سے بڑھ کر میں نے تیز رفتار کسی کو نہ دیکھا، گویا زمین آپ کے لیے لپیٹ دی جاتی۔ ہم آپ کے ساتھ دوڑا کرتے اور تیز چلنے سے مشقت میں پڑ جاتے مگر آپ انتہائی وقار و سکون کے ساتھ چلتے رہتے، پھر بھی ہم سب سے آپ ہی آگے رہتے تھے۔[8]

سادی سادی طبیعت: اللہ پاک نے حضور کو سب سے بڑا مرتبہ عطا فرمایا، مگر اس کے باوجود آپ کے مزاج شریف میں بے حد سادگی اور طبیعت میں عاجزی و انکساری تھی، کسی قسم کا تکلف نہ فرماتے، کھانا پینا، پہننا اور سونا ہر کام سادہ تھا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کی سادگی کا عالم یہ تھا کہ آپ نے ایسے کجاوے پر حج فرمایا جو نہایت پرانا تھا جس کی قیمت چار درہم بھی نہ تھی۔[9] یہی نہیں بلکہ آپ اپنے غلاموں کے ساتھ بے حد عاجزی اور نرمی کا برتاؤ فرماتے تھے، چنانچہ ایک شخص دربارِ رسالت میں حاضر ہوا تو جلالتِ نبوت کی ہیبت سے ایک دم ڈر کر کانپنے لگا تو آپ نے ارشاد فرمایا: بالکل مت ڈرو! میں بادشاہ ہوں نہ جبار حاکم، میں تو قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کی بوٹیاں کھایا کرتی تھی۔[10]

(95)

روز گرم و شب تیرہ و تار میں
کوہ و صحرا کی خلوت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **تیرہ و تار:** اندھیرا۔ **کوہ:** پہاڑ۔

مفہوم شعر: عرب کے سخت ترین گرم دنوں اور تاریک راتوں میں آپ کے اپنے رب کی عبادت کے لیے غاروں اور ریگستانوں میں گوشہ نشینی اختیار کرنے پر لاکھوں سلام۔

شرح: کوہ و صحرا کی خلوت: عرب کی تپتی گرمی ہو یا سخت اندھیری رات، اپنے کریم رب سے تعلقِ بندگی کو مضبوط کرنے کے لیے حضور ہر وقت عبادات میں مصروف رہتے، بالخصوص اعلانِ نبوت سے پہلے آپ تنہائی پسند ہو گئے، آپ یادِ الٰہی کے لیے اپنے ساتھ کھانے پینے کی چیزیں لے کر غارِ حرا تشریف لے جاتے اور بسا اوقات کئی کئی دن ٹھہرتے، وہاں مراقبہ، ذکر و فکر اور اللہ پاک کی عبادت میں مصروف رہتے، یہاں تک کہ یہیں آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔[11]

(96)

جس کے گھیرے میں ہیں انبیا و ملک
اس جہاں گیر بعثت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **گھیرے:** دائرے۔ **ملک:** فرشتہ۔ **جہانگیر:** تمام جہان پر چھا جانے والی۔ **بعثت:** نبوت و رسالت۔

مفہوم شعر: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اس جہانگیر بعثت پہ لاکھوں سلام جس کے احاطے میں انبیا و ملائکہ بھی شامل ہیں۔

شرح: جہانگیر بعثت: حضور اگرچہ تمام انبیا کے بعد تشریف لائے، مگر پچھلی تمام اُمتیں اپنے انبیائے کرام کے ساتھ، نیز فرشتے و دیگر تمام مخلوق بھی آپ کے احاطۂ نبوت میں شامل ہیں۔ جیسا کہ مدارجُ النبوۃ میں ہے: حضور کی رسالت فقط انسانوں تک نہیں بلکہ تمام جنوں اور انسانوں کو شامل ہے، اس پر بھی محدود نہیں بلکہ تمام عالمین کے لیے ہے۔ تو ہر وہ چیز جس کا رب اللہ پاک ہے محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اس کے رسول ہیں۔[12] فتاویٰ رضویہ میں ہے: ہمارے حضور سب انبیا کے نبی ہیں اور تمام انبیا و مرسلین اور ان کی اُمتیں سب حضور کے اُمتی۔ حضور کی نبوت و رسالت زمانۂ ابو البشر (آدم) علیہ السّلام سے روزِ قیامت تک جمیع خَلْقِ اللہ (یعنی اللہ پاک کی ساری مخلوق) کو شامل ہے اور حضور کا ارشاد كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَد اپنے معنیٰ حقیقی پر ہے۔[13]

---

(1) شرح زرقانی، 5/444 (2) ترمذی، 5/366، حدیث: 3659 (3) بخاری، 2/491، حدیث: 3567 (4) مستدرک، 3/544، حدیث: 4333 (5) شمائل محمدیہ، ص135، رقم: 215 (6) جمع الوسائل، 1/53 (7) شمائل محمدیہ، ص23، رقم: 7 (8) شمائل محمدیہ، ص86، رقم: 116 (9) اخلاق النبی و آدابہ، ص96، حدیث: 472 (10) شرح زرقانی، 6/71 (11) بخاری، 1/7، حدیث: 3 (12) مدارج النبوۃ، 1/34 (13) فتاویٰ رضویہ، 30/138

پودے لگانے کے فضائل

سُوال: کیا پودے لگانے کے فضائل بھی ہیں؟

جواب: جی ہاں! احادیثِ مبارکہ میں پودے لگانے کے فضائل بھی بیان ہوئے ہیں۔ پودے لگانے کے فضائل پر تین فرامینِ مصطفےٰ ملاحظہ کیجیے: (1) جو مسلمان درخت لگائے یا فصل بوئے پھر اس میں سے جو پرندہ یا انسان یا چوپایا کھائے تو وہ اس کی طرف سے صَدَقہ شُمار ہو گا۔[1] (2) جس نے کوئی دَرخت لگایا اور اُس کی حفاظت اور دیکھ بھال پر صَبر کیا یہاں تک کہ وہ پھل دینے لگا تو اُس میں سے کھایا جانے والا ہر پھل اللہ پاک کے نزدیک اس (لگانے والے) کے لیے صَدَقہ ہے۔[2] (3) جس نے کسی ظلم و زیادتی کے بغیر کوئی دَرخت اُگایا، جب تک اللہ پاک کی مخلوق میں سے کوئی ایک بھی اس میں سے نفع اُٹھاتا رہے گا تو اس (لگانے والے) کو ثواب ملتا رہے گا۔[3] [4]

شجر کاری کے سائنسی فَوائد

سُوال: سائنسی اعتبار سے شجر کاری کے کچھ فَوائد بیان فرمادیجیے۔

جواب: سائنسی تحقیق کے مطابق بھی شجر کاری کے بڑے فَوائد ہیں۔ درخت اور پودے کاربن ڈائی آکسائیڈ لیتے اور آکسیجن فراہم کرتے ہیں۔ آکسیجن انسانی زندگی کے لیے انتہائی ضروری ہے، اس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اللہ پاک نے درختوں اور پودوں کو انسان کی خدمت کے لیے پیدا کیا ہے، یہ ہماری گندی ہوا لے کر اپنی پاکیزہ ہوا دیتے ہیں۔ درخت اور پودے درجۂ حرارت کو بڑھنے نہیں دیتے، گرمی کو روکتے اور فضائی آلودگی میں کمی کرتے ہیں یعنی جو گاڑیوں کے دھوئیں اور گرد اُڑتی ہے پودے اور درخت اس میں کمی کرتے ہیں۔ اگر درختوں اور پودوں کی کثرت ہو تو ماحول ٹھنڈا اور خُوشگوار ہو جائے گا، بجلی کی بھی بچت ہو گی کیونکہ جو آلات گرمی دور کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں ماحول کے ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے ان کی ضرورت میں کمی آجائے گی یا پھر اُن سے بالکل ہی چھٹکارا مل جائے گا۔ اگر آپ اپنے وطنِ عزیز کو درختوں اور پودوں سے آراستہ کر دیں گے تو اِن شاءَ اللہ بجلی کی بھی بچت ہو گی۔ درخت لینڈ سلائڈنگ (یعنی مٹی یا چٹان کے تودے پھسل کر اونچی جگہ سے گرنے) کے لیے بھی رُکاوٹ ہیں، کیونکہ درخت کی جڑیں زمین کی مٹی کو روک کر رکھتی ہیں جس کی وجہ سے زمین کا کٹاؤ یا لینڈ سلائڈنگ نہیں ہونے پاتی، لہٰذا اگر درختوں کی حفاظت کی جائے اور ان میں اِضافہ کیا جائے تو لینڈ سلائڈنگ سے بھی بچت کا سامان ہو سکتا ہے۔ دَرخت اور پودے **گلوبل وارمنگ** میں بھی کمی کا سبب ہیں۔ عالمی ماحول کے درجۂ حرارت میں خطرناک حد تک اِضافہ **گلوبل وارمنگ** کہلاتا ہے، جس کی وجوہات میں درختوں کی کٹائی، صنعتوں کا تیزی سے قیام اور گاڑیوں کا بے تحاشا دھواں شامل ہے۔[5]

شجر کاری مہم اور اس کی احتیاطیں

سُوال: شجر کاری مہم اور اس کی احتیاطیں بیان فرمادیجیے۔

جواب: اَلحمدُ للہ عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی نے دھوم دھام سے شجر کاری مہم کا آغاز کیا ہے اور وطنِ عزیز

پاکستان میں ایک اَرَب پودے لگانے کا ہدف بنایا ہے۔ اگر تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں بھی اپنے محارم کے ذریعے شجرکاری مہم میں حصّہ لینے کے لیے کمربستہ ہوجائیں اور ہر ایک بارہ بارہ پودے لگالے تو ان شاءَ اللہ ہمارا ہدف پورا ہوجائے گا۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہوگا اور ہمارا وطن عزیز اپنے سبز سبز جھنڈے کی طرح سرسبز وشاداب ہوجائے گا، لہٰذا اس شجرکاری مہم کا حصّہ بنئے اور اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ خوب پودے لگائیے۔

شجرکاری مہم میں چند چیزوں کی اِحتیاط کرنا ضَروری ہے تاکہ بدمزگی اور گناہ سے بچاجاسکے، مثلاً حکومت کی زمین پر جہاں قانوناً منع ہو وہاں نہ لگایئے جیسے فٹ پاتھ اُکھیڑ کر پودا لگانے کی ممانعت ہے۔ بعض لوگ جھنڈا لگانے کے لیے بھی فٹ پاتھ اُکھیڑ دیتے ہیں انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ یاد رکھیے! فٹ پاتھ اُکھیڑنے سے پیدل چلنے والوں کو تکلیف ہوگی کیونکہ فٹ پاتھ پیدل چلنے والوں کے لیے بنائے جاتے ہیں تاکہ سڑک سے گزرنے والی گاڑیوں سے اُن کی حفاظت ہو لہٰذا شجرکاری کے لیے ایسا کوئی کام نہ کیا جائے۔ اِسی طرح کسی کی ذاتی زمین پر بھی اصل مالِک کی اِجازت کے بغیر دَرخت نہ لگایئے لہٰذا آپ صرف اپنی ذاتی زمین میں پودے لگاسکتے ہیں۔ بے شمار مکانات ایسے ہوتے ہیں جن میں اچھی خاصی جگہ ہوتی ہے وہاں بھی پودے لگائے جاسکتے ہیں۔[6]

دَرخت لگانا ممکن نہ ہو تو؟

سُوال: جن کے لیے دَرخت لگانا ممکن نہ ہو وہ شجرکاری مہم میں کس طرح حصّہ لیں؟

جواب: جن کے لیے دَرخت لگانا ممکن نہ ہو مثلاً وہ فلیٹ وغیرہ میں رہتے ہوں یا ان کے گھر میں دَرخت لگانے کی گنجائش نہ ہو تو وہ گملوں میں چھوٹے چھوٹے پودے لگادیں کہ یہ جگہ بھی کم گھیرتے ہیں اور آسانی سے لگائے بھی جاسکتے ہیں۔ گھروں میں گملے لگانے والے اسلامی بھائی اِس بات کا خاص خیال رکھیں کہ گملوں میں ڈالی جانے والی کھاد میں گائے وغیرہ کا گوبر شامل ہوتا ہے جو ناپاک ہے اور یہ گوبر ساری کھاد کو بھی ناپاک کردیتا ہے، نیز اس گوبر کے مٹی ہوجانے سے پہلے جو پانی اس میں ڈالا جاتا ہے وہ بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس پانی کے باہر نکلنے کے لیے گملوں کے نیچے سوراخ ہوتا ہے تو جب تک گملوں کی کھاد پوری طرح مٹی نہیں ہوجاتی اس میں سے نکلنے والا پانی نجس ہوگا، اس سے اپنے بدن اور کپڑوں کو بچانا ضَروری ہے۔ جن کے لیے ممکن ہو وہ گملوں میں گوبر والی کھاد نہ ڈالیں بلکہ باغبان سے مشورہ کرکے مٹی والی کھاد جس میں مخصوص کیمیکل ملا ہوتا ہے وہ ڈالیں تاکہ ناپاکی کا خطرہ ہی نہ رہے۔

ایصالِ ثواب کی نیت سے دَرخت لگانا کیسا؟

سُوال: کیا بزرگانِ دین اور اپنے مَرحومین کے ایصالِ ثواب کے لیے بھی دَرخت اور پودے لگائے جاسکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! بزرگانِ دین اور اپنے مرحومین بلکہ زندہ لوگوں کے ایصالِ ثواب کے لیے بھی دَرخت اور پودے لگائے جاسکتے ہیں۔ تمام عاشقانِ رسول کو چاہیے کہ وہ جو بھی دَرخت یا پودا لگائیں اس میں کسی نہ کسی بزرگ ہستی مثلاً سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم، خُلَفائے راشدین، حسنینِ کریمین، حضرتِ فاطمۃ الزہرا، حضرتِ امام زین العابدین، حضرتِ امام علی اصغر اور تمام اہلِ بیتِ اَطہار رضی اللہ عنہم نیز حضرتِ امامِ اعظم اَبُو حنیفہ، حضرتِ غوثِ پاک، حضرتِ خواجہ غریب نواز، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اور دیگر بزرگانِ دین کے ایصالِ ثواب کی نیت ضرور کریں۔[7]

"منی پلانٹ" نامی پودا چوری کرکے لگانا کیسا؟

سُوال: مَنی پلانٹ نامی پودے کے متعلق مشہور ہے کہ اگر یہ چوری کرکے لگایا جائے تو یہ جلدی بڑا ہوتا ہے، کیا یہ دُرست ہے؟

جواب: میں نے پہلی بار یہ سنا ہے، ہوسکتا ہے شیطان نے یہ ٹوٹکا چلایا ہو کہ کسی کا چُرا کر لگاؤ تو جلدی بڑھے گا اور اگر خرید کر لگاؤ تو جلدی نہیں بڑھے گا۔ یادرکھیے! چوری تو چوری ہے لہٰذا چوری نہ کی جائے اور بھلے نہ بڑھے مگر حق حلال کا پودا لگانا چاہیے۔[8]

---

1 بخاری، 2/85، حدیث:2320 2 مسند امام احمد، 5/574، حدیث:16586
3 مسند امام احمد، 5/309، حدیث:15616 4 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/103
5 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/104 6 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/107 7 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/109 8 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/422

پڑوسی خواتین

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیثِ پاک نقل فرمائی کہ ایک مرتبہ اللہ پاک کے پیارے اور آخری نبی، مکی مدنی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خدمت میں عرض کیا گیا: یارسولَ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم! فُلاں عورت رات بھر عبادت کرتی ہے، دِن میں روزہ رکھتی ہے، نیکیاں کرتی ہے، صدقہ خیرات بھی کرتی ہے مگر وہ اپنی زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ پیارے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: لَا خَيْرَ فِيهَا اس میں کوئی بھلائی نہیں هِيَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وہ جہنمیوں میں سے ہے۔ صحابۂ کرام علیہمُ الرّضوان نے ایک دوسری عورت کا ذِکر کرتے ہوئے عرض کیا: یارسولَ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم! فُلاں عورت فرض نماز پڑھتی ہے، پنیر صدقہ کرتی ہے اور کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتی۔ ارشاد فرمایا: هِيَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وہ جنتی عورت ہے۔ (الادب المفرد، ص41، حدیث:119)

جو اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچاتا ہے، وہ کس قدر نقصان میں ہے مگر افسوس! ہمارے ہاں اس بات کا خیال ہی نہیں کیا جاتا ہے

- لوگ اپنے گھر کا کوڑا کچرا اُٹھا کر پڑوسی کے دروازے کے قریب رکھ دیتے ہیں۔
- گھر میں وقت بے وقت اُودَھم مچاتے ہیں شور کرتے ہیں اور اس بات کی پرواہی نہیں کرتے کہ اس سے پڑوسی کو تکلیف ہو سکتی ہے۔
- کسی کے ہاں شادی بیاہ یا کوئی تقریب ہو، تب تو گویا پڑوسی کی نیند حرام ہو گئی، کسی کو تکلیف پہنچے گی، کسی کی نیند خراب ہو گی، کوئی بیچارہ بیمار ہے اُسے تکلیف ہو گی یا چھوٹے بچوں کی نیند اُڑ جائے گی، ان ہلّہ گُلّہ کرنے والوں کو اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔
- بعض لوگ رات کے وقت گھر میں ایسے کام شروع کر دیتے ہیں جس سے شور شرابہ ہوتا ہے مثلاً کیل ٹھونکنا وغیرہ، رات کے وقت اپنے گھر میں بھی ایسے کام کرنے سے پڑوسی کی نیند میں خلل آسکتا ہے، لہٰذا ایسے کام دِن کے اَوقات میں کئے جائیں تاکہ پڑوسیوں کو تکلیف نہ ہو۔
- خواتین گھر کا فرش دھوتی ہیں، ظاہر ہے گندا پانی اپنے صحن میں جمع رکھنا تو گوارا نہیں ہوتا، لہٰذا گلی میں بہا دیا جاتا ہے، جس سے گلی میں کیچڑ ہو جاتی ہے اور گزرنے والوں کو پریشانی بھی ہوتی ہے۔

اللہ پاک ہمیں نہ صرف پڑوسیوں بلکہ رشتے داروں، ماں باپ، بہن بھائیوں وغیرہ کے حقوق ادا کرنے، ان کا خیال رکھنے اور ان کے ساتھ حُسنِ سُلوک کی توفیق عطا فرمائے۔ برے اعمال کی پہچان کرنے، برائی کو برائی سمجھنے اور برائی سے روکنے اور نیکی کی طرف دعوت دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمیشہ ہاتھ بھلائی کے واسطے اٹھیں
بچانا ظلم و ستم سے مجھے سدا یارب

(وسائلِ بخشش (مرمم)، ص76)

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

عمرے کی ادائیگی کے بعد دوبارہ حیض کا اثر ظاہر ہو جائے تو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کی حیض میں عادت سات دن تھی وہ احرام باندھ کے عازم سفر ہو گئی اپنی عادت کے مطابق 7 ویں دن غسل کر کے عمرہ ادا کیا جس وقت غسل کیا اس وقت پاکی کا یقین تھا پھر عمرہ کی ادائیگی کے کچھ ہی دیر کے بعد دوبارہ حیض کا اثر ظاہر ہوا جو ایک دن رات سرخی مائل تھا ایک دن مٹیالا اور پھر دسویں دن صبح ہی سفید ہو گیا ان دنوں انہوں نے انفیکشن کی دوا بھی کھائی غالباً اسی کی وجہ سے مکمل پاکی آئی اب ان کے اس عمرے کا جو ادا کیا، کیا حکم ہے اور نمازوں کے بارے میں ارشاد فرمایئے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کی عادت دس دن سے کم ہو مثلاً سات دن اور عادت کے مطابق یہ خون آنا بند ہو گیا پھر اگر آٹھویں دن دوبارہ خون شروع ہوا اور دس دن پورا ہونے سے پہلے یا دس دن کے مکمل ہونے پر ختم ہو گیا تو یہ تمام دن حیض کے ہی شمار کیے جائیں گے اور جو عمرہ ادا ہوا وہ ناپاکی کی حالت میں ہوا۔ سفید رطوبت حیض میں شمار نہیں ہو گی جبکہ مٹیالی رنگت والی رطوبت حیض شمار ہوتی ہے۔ حیض کی حالت میں نماز معاف ہے۔ لہٰذا سوال میں پوچھی گئی صورت میں حکم یہ ہے کہ طواف کا اعادہ (یعنی دوبارہ کرنا) لازم ہو گا جب تک مکہ مکرمہ میں ہے، اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم دینا ہو گا، کیونکہ طہارت طواف میں واجب ہے اور سعی میں طہارت مستحب ہے۔ اسے چاہئے کہ طواف کے ساتھ سعی کا بھی اعادہ کرے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

حمل ضائع ہونے کے بعد آنے والے خون کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی اہلیہ کا دو ماہ کا حمل ضائع (Miscarriage) ہو گیا اور دو دن تک خون جاری رہا اس کے بعد رک گیا تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کی اہلیہ کا بچہ ضائع ہونے کی صورت میں جو دو دن تک خون آتا رہا وہ نفاس کا خون شمار ہو گا یا حیض کا؟ نیز ان دنوں کی نمازوں کا کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دریافت کردہ صورت میں حمل ضائع ہونے کے بعد دو دن تک جو خون آتا رہا وہ استحاضہ کا خون شمار ہو گا اور ان دنوں کی نمازیں اگر نہیں پڑھیں تو ان کی قضا کرنا لازم ہو گی۔

مسئلہ کی تفصیل: قوانین شرعیہ کے مطابق اگر عورت کا حمل 120 دن سے پہلے ساقط (Miscarriage) ہو جائے تو اگر معلوم ہو کہ حمل کا کوئی عضو جیسے انگلی یا ناخن یا بال وغیرہ بن چکا تھا، اس کے بعد حمل ضائع ہوا، تو آنے والا خون نفاس ہو گا، عورت نفاس کے احکام پر عمل کرے گی، کیونکہ اعضاء چار ماہ سے پہلے بننا شروع ہو جاتے ہیں جبکہ روح چار ماہ مکمل ہونے پر پھونکی جاتی ہے اور عضو بن جانے کے بعد حمل ضائع ہو جانے کی صورت میں آنے والا خون نفاس کا ہوتا ہے۔ البتہ حمل چار مہینے یعنی 120 دن سے پہلے ضائع ہو جانے کی صورت میں اگر معلوم نہ ہو کہ اس کا کوئی عضو بنا تھا یا نہیں یا معلوم ہو کہ کوئی بھی عضو نہیں بنا تھا، تو آنے والا خون نفاس نہیں ہو گا۔ اس صورت میں خون اگر کم از کم تین دن رات یعنی 72 گھنٹے تک جاری رہا اور اس خون کے آنے سے پہلے عورت پندرہ دن پاک رہ چکی تھی، تو یہ خون حیض کا ہو گا اور اس صورت میں عورت حیض کے احکام پر عمل کرے گی اور اگر تین دن رات سے پہلے ہی خون بند ہو گیا یا بند تو نہ ہوا لیکن اس خون کے آنے سے پہلے عورت پندرہ دن پاک نہیں رہی تھی، تو یہ خون استحاضہ یعنی بیماری کا ہو گا، اس صورت میں عورت استحاضہ کے احکام پر عمل کرے گی۔ لہٰذا دریافت کردہ صورت میں جبکہ 120 دن سے پہلے دو ماہ بعد ہی حمل ضائع ہو گیا تھا اور اس کے بعد جو خون آیا وہ بھی دو دن بعد بند ہو گیا تھا تو اصول کے مطابق وہ استحاضے کا خون شمار ہو گا اور استحاضے کی حالت میں نماز و روزہ کی معافی نہیں تو زید کی اہلیہ نے اگر ان دنوں کی نمازیں نہیں پڑھیں تو ان کی قضا کرنا ان پر لازم ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

بنت محمد شیر اعوان عطاریہ
بی ایڈ، ایم ایس سی

موسمی تبدیلیوں سے متعلق احتیاطیں (قسط13)

اللہ پاک نے اس کائنات میں جو بھی نظام بنایا اس کی خوبصورتی واضح ہے مثلاً سورج بنایا تو دن میں اُجالا ہی اُجالا، رات بنائی تو انسان کے سکون کے لئے۔ اسی طرح موسم بنائے جو اپنے اپنے وقت پہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور ہم ان سے فائدے اٹھاتے ہیں۔ کوئی بھی موسم ایسا نہیں جس سے ہمیں فائدہ نہ پہنچے، پھر چاہے بہار ہو یا خزاں، موسم گرما ہو یا سرما۔ جہاں موسموں کے بہت سے فوائد ہیں وہیں ان موسموں کی بدلتی کیفیات میں احتیاط کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ موسمی تبدیلی انسانی بدن میں طبعی، فطری اور مادی تبدیلی کا باعث بنتی ہے۔ ایسے میں نومولود کی صحت کا خاص خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ پیدائش کے بعد بچے کے جسم کو موسمی درجۂ حرارت کے مطابق توازن میں رکھنا چاہئے تاکہ بچے پر اس کے بُرے اثرات نہ ہوں۔

موسم گرما: عموماً موسم گرما اپریل کے مہینے میں شروع ہوتا ہے۔ دن لمبے اور راتیں چھوٹی ہو جاتی ہیں۔ درجۂ حرارت بھی آہستہ آہستہ بڑھنے لگتا ہے۔ جون جولائی میں گرمی سخت ہو جاتی ہے اور اکتوبر میں جا کر اس کا اختتام ہوتا ہے۔ گرمیوں میں جب درجۂ حرارت انتہائی حد تک پہنچ جاتا ہے تو تیز گرمی خطرناک ہو سکتی ہے، نیز ہیٹ اسٹروک اور گرمی سے متعلقہ دیگر بیماریاں صحت کے سنگین مسائل کا سبب بھی بن سکتی ہیں، لہٰذا بچے کو ہیٹ اسٹروک اور پانی کی کمی کے خطرے سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ زیادہ درجۂ حرارت کی صورت میں مختلف احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں۔ کیونکہ بچے پیدائش کے وقت خاص طور پر گرمی میں حساس ہوتے ہیں، ان کا تھرمل ریگولیشن سسٹم فعال نہیں ہوتا، اس لیے ان کا جسم جسمانی درجۂ حرارت کو اچھی طرح کنٹرول نہیں کر سکتا۔ دو سال کی عمر تک اور اس سے بھی پہلے دو مہینوں کے دوران، نوزائیدہ بچے درجۂ حرارت کی مختلف حالتوں میں بہت حساس ہوتے ہیں اور جلد ہی موسمی تبدیلیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ

موسم گرما میں بعض احتیاطیں اختیار کرنے سے نومولود بچوں کو اس موسم کی شدت اور دیگر مسائل سے نہ صرف بچایا جا سکتا ہے، بلکہ ان پر عمل کرنا ان کی صحت کے حوالے سے بھی کافی مفید ہے۔ چند احتیاطیں پیشِ خدمت ہیں:

☆موسم گرما کے شروع کے دنوں میں ہر طرف مچھر ہی مچھر ہوتے ہیں، اس لئے بچے کو کسی قسم کے انفیکشن سے بچانے کے لئے مچھر دانی یا مچھر مار اسپرے وغیرہ استعمال کریں یا پھر مچھروں سے بچنے کے لئے کمرے وغیرہ کی کھڑکیوں پر باریک جالیاں لگا کر ان کے آنے کا راستہ ہی بند کر دیں۔ ☆بڑھتی گرمی کے ساتھ ساتھ اے سی اور کولر کا استعمال بھی بڑھ جاتا ہے۔ بچے کو بیمار ہونے سے بچانے کے لئے بہتر ہے کہ اسے براہِ راست اے سی یا کولر کے آگے نہ لٹایا جائے۔ ☆لباس انسانی شخصیت کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ موسمی اثرات سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ بچوں کو گرمی کی سختی سے بچانے کے لئے ان کے کپڑے موسم کی نوعیت کے مطابق ہلکے پھلکے، سوتی، آرام دہ، ہوادار اور بغیر زپ والے ہونے چاہئیں کیونکہ ان میں پسینا خشک کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور بچے ایسے لباس میں سکون

محسوس کرتے ہیں۔ انہیں کھردرے لباس ہرگز نہ پہنایئے کیونکہ ان کی وجہ سے بچوں کو الرجی ہو سکتی ہے۔ نومولود کو کپڑے پہنانے کے تعلق سے اہم اور معلوماتی باتیں جاننے کے لئے ماہنامہ خواتین جون 2023 کے شمارے میں شامل اسی سلسلے کی قسط نمبر 8 ضرور پڑھئے۔ ☆ بچے کو گرمیوں کے موسم میں روزانہ ایک بار نیم گرم پانی سے نہلایئے۔ جب وہ بیٹھنے کے قابل ہو جائے تو اسے پانی کے ٹب میں اکیلا ہرگز نہ چھوڑیے۔ بچے کو کبھی بھی پسینے کی حالت میں نہ نہلایئے۔ بلکہ کسی تولیہ یا رومال سے پسینا خشک کرنے کے بعد نہلایئے۔ نہلانے کے فوراً بعد پنکھے کی ہوا بچے کی صحت کو متاثر کر سکتی ہے، اس لئے بچے کو بغیر پنکھا چلائے جسم خشک کر کے کپڑے پہنایئے اور قدرتی ہوا میں رکھئے۔ ☆ گرمی میں بلا ضرورت بچے کو بالخصوص دھوپ میں گھر سے باہر لے جانے سے بچئے۔ اگر بچے کو باہر لے جانا ضروری ہو تو بہتر ہے کہ صبح یا شام کے وقت باہر لے جایا جائے کہ اس وقت سورج کی تپش کچھ کم ہوتی ہے۔ یا پھر مجبوراً دھوپ میں نکلنا ہی پڑے تو بچوں کو دھوپ سے بچانے والی چیزوں مثلاً لوشن یا چھتری وغیرہ کا استعمال بھی نہایت مفید ہے۔ ☆ جب بچہ پانی پینے لگے تو اسے وقتاً فوقتاً پانی پلایئے تاکہ پسینا نکلنے کی صورت میں پانی کی کمی نہ ہو جائے۔ بہتر ہے کہ اسے فیڈر میں ہی پانی ڈال کر دے دیجئے۔ ☆ جو مائیں بچے کو اپنا دودھ پلاتی ہیں گرمی میں وہ بھی اپنا خاص خیال رکھیں۔ نیز جسم صاف اور نارمل ہونے پر ہی بچے کو دودھ پلائیں۔

گرمی دانے: موسم گرما میں چھوٹے بچوں کو گرمی دانے نکل آتے ہیں، جس کی وجہ پسینا ہوتا ہے، کیونکہ پسینے کے غدود جلد کے نیچے ہوتے ہیں، اگر کسی وجہ سے یہ نالیاں بند ہو جائیں تو ان سے پسینا بہہ کر جلد تک نہیں پہنچ پاتا اور راستے میں رک جاتا ہے جس کا نتیجہ گرمی دانوں کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ اگر خدانخواستہ پسینا جلد کے نیچے گہرائی میں رک جائے تو شبنم کے قطروں کی طرح چھوٹے چھوٹے لال رنگ کے گرمی دانے ابھر آتے ہیں جو بچوں کو پریشان کرتے ہیں۔ عموماً یہ خود ہی ختم ہو جاتے ہیں، لیکن اس سے بچے بہت تکلیف میں رہتے ہیں۔ کیونکہ ان میں بہت خارش ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ گرم اور نمی والی آب و ہوا، گرمی بڑھانے والے لباس، گاڑھے لوشن اور کریم یا کپڑوں کی کئی تہوں کی وجہ سے بھی جسم پر دانے نکل آتے ہیں۔ جنہیں بغیر کسی سائیڈ ایفیکٹس کے ختم کرنے کے لئے بچوں کے بدن پر پابندی سے گرمی دانوں کا پاؤڈر لگایئے اور انہیں ہوادار جگہ میں رکھئے یا پھر گھر پر کھیرے کا پیسٹ یا ملتانی مٹی یا ایلوویرا جیل تیار کر کے بچوں کی جلد پر لگایئے، اِن شاءَ اللہ اس سے بھی گرمی دانے ختم ہو جائیں گے۔

کھیرے کا پیسٹ بنانے کا طریقہ: ایک کھیرے کو مختلف ٹکڑوں میں کاٹنے کے بعد پیس کر گاڑھا پیسٹ بنا لیجئے، یہ پیسٹ 5 سے 10 منٹ کے لیے متاثرہ جگہ پر لگایئے۔ یہ عمل دو تین بار بھی کیا جا سکتا ہے۔ کھیرے میں کچھ ایسے اجزا ہوتے ہیں جو سوزش کے خلاف کام کرنے کی خاصیت رکھتے ہیں، یہ چیزیں بچوں میں گرمی دانوں کو ٹھیک کرنے میں مدد دیتی ہیں۔

ملتانی مٹی کا پیسٹ بنانے کا طریقہ: ملتانی مٹی بھی اس معاملے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آدھا کھانے کا چمچ ملتانی مٹی میں پانی ملا کر پیسٹ بنا لیجئے، 10 منٹ کے لیے اسے تمام متاثرہ جگہوں پر لگایئے، پھر پانی سے دھو لیجئے۔ اسے دو تین دن میں ایک بار استعمال کیجئے۔ اگرچہ اس کے علاج کے مستند ہونے کے لیے کوئی تحقیق موجود نہیں ہے تاہم عمومی تجربہ ہے کہ ملتانی مٹی بچوں کے ساتھ ساتھ بڑوں میں بھی گرمی دانوں کو کم کرنے میں مدد کر سکتی ہے۔

ایلوویرا جیل: تازہ نکالا ہوا ایلوویرا جیل 5 سے 10 منٹ متاثرہ جگہ پر لگا کر پانی سے دھو لیجئے۔ یہ عمل روزانہ ایک بار کیا جا سکتا ہے۔ ایلوویرا جیل سوزش کے خلاف کام کرتا ہے۔ یہ گرمی دانوں کو دور کرنے اور اس کی علامات کو ٹھیک کرنے میں بھی مددگار ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خط میں اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مختصر نصیحت کرنے کی عرض کی تو آپ نے جواب میں لکھا: سَلَامٌ عَلَيْكَ اَمَّا بَعْد! میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو انسانوں کی ناراضی کے ساتھ اللہ پاک کی رضا چاہے تو اللہ پاک اسے لوگوں کی ناراضی سے محفوظ رکھے گا اور جو خدا کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا کا طلب گار ہو، اللہ پاک اسے لوگوں کے حوالے کر دے گا۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ [1]

یہ بات تو ہم سب اچھی طرح جانتی ہیں کہ ہم کچھ بھی کر لیں، لوگوں کو خوش اور مطمئن نہیں کر سکتیں اور اس کے باوجود ہم بہت سے معاملات میں صرف لوگوں کی وجہ سے ربِّ کریم کی نافرمانی والے کاموں میں لگی رہتی ہیں۔ بسا اوقات تو ہمیں ضمیر بھی مسلسل بُرا بھلا کہہ رہا ہوتا ہے لیکن پھر بھی ہم لوگوں کو خوش اور راضی رکھنے کے لئے گناہ کرتی رہتی ہیں۔ مثلاً ☆ لوگوں کی وجہ سے پردہ نہیں کرتیں ☆ دینی اجتماعات میں نہیں جاتیں ☆ علمِ دین سیکھنے کے لئے مدرسہ یا جامعہ میں ایڈمیشن نہیں لیتیں کہ عمل نہیں کر پائیں تو لوگ طعنے دیں گے ☆ کسی کے ہاں مہمان بن کر جائیں یا اپنے گھر مہمان آجائیں تو میزبانوں یا مہمانوں کی وجہ سے اپنی نمازیں قضا کر دیتی ہیں ☆ لوگوں کے ساتھ جھوٹی رعایت کے سبب جھوٹ، غیبت وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں، الغرض ایسے بہت سے گناہ ہیں جو ہم صرف لوگوں کی وجہ سے کر رہی ہوتی ہیں۔

جب ہم اپنے رب کی ناراضی کی پروا کیے بغیر اس کے احکامات کو نظر انداز کر کے لوگوں کو راضی کرنے کے لئے گناہ کرتی ہیں تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ ہم گناہوں کی دلدل میں اس طرح دھنستی چلی جاتی ہیں کہ پھر گناہوں سے بچنا ہمارے لئے مشکل سے مشکل ترین ہوتا چلا جاتا ہے، اس سب کے باوجود بھی لوگ ہم سے خوش اور مطمئن نہیں ہوتے بلکہ تنقید اور مخالفت ہی کرتے نظر آتے ہیں۔

اس لئے ہمیں چاہئے کہ اُمُّ المومنین کے ارشادِ پاک سے نصیحت حاصل کرتے ہوئے صرف اللہ پاک اور اس کے پیارے و آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رضا والے کام کریں۔ پچھلے گناہوں سے سچی توبہ کریں اور فرائض و واجبات ادا کرنے نیز گناہوں سے بچنے میں مخلوق کی ناراضی کی بالکل پروا نہ کریں بلکہ حکمت عملی کے ساتھ شریعت کے مطابق زندگی گزاریں۔ ملنے جلنے والوں سے اچھے اخلاق اور اچھے رویے کا مظاہرہ کریں، کسی سے بھی زیادہ فری نہ ہوں بلکہ سنجیدگی اور وقار قائم رکھتے ہوئے ایک لحاظ اور فاصلہ رکھیں۔ لوگوں کے معاملات میں بلاوجہ مداخلت سے بچیں۔ البتہ! موقع کی مناسبت سے اچھے انداز سے نیکی کی دعوت ضرور دیتی رہیں۔

ان شاء اللہ سیدہ عائشہ صدیقہ کی اس مختصر نصیحت پر عمل کی برکت سے نہ صرف ہمیں دین پر ثابت قدم رہنے میں آسانی ہوگی بلکہ لوگوں کی ناراضی سے بھی محفوظ رہیں گی۔

اللہ پاک ہمیں اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بجاہِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

[1] ترمذی، 4/186، حدیث: 2422

مختصر نصیحت

شادی کی رسومات

(مائیوں)

شادی رحمت و برکت، طہارت و عصمت، ادائے سنت اور ایمان کی حفاظت کا اہم ترین ذریعہ ہے، لہٰذا ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس بابرکت تقریب کو برکت والے کاموں کے ساتھ سرانجام دیا جاتا مگر بدقسمتی سے اب اس کی حیثیت ایک ایسے میلے کی سی رہ گئی ہے جس کا مقصد فخر و مباہات، نفسانی خواہشات کی تکمیل، ناموری اور نمود و نمائش کے سوا کچھ نہیں! خاندانی رکھ رکھاؤ اور خود کو دوسروں سے اونچا دکھانے کی دھن میں بے تحاشا فضول خرچی کی جاتی ہے، حرام کاریوں اور گناہ کے کاموں میں بے دریغ خرچ کر کے شادی خانہ آبادی کے بجائے خانہ بربادی بلکہ کئی گھر برباد کرنے کا سامان کیا جاتا ہے۔ طرح طرح کی ہندوانی رسموں اور بے ہودہ رواجوں نے شادی کو بہت مشکل بنادیا ہے۔ اگر مروجہ شادیوں سے ناجائز رسومات، خرافات اور فضول اخراجات کا بوجھ کم کر کے خالص شریعت و سنت کے مطابق شادی رائج کی جائے تو شادیاں آسان ہونے کے ساتھ ساتھ دولہا دلہن اور ان کے گھر والوں بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی باعثِ برکت ثابت ہوں گی۔

فی زمانہ شادی کی رسموں کو دیکھا جائے تو یہ تین طرح کی ہوتی ہیں: (1) جو شادی سے پہلے کی جاتی ہیں (2) جو شادی کے دوران اور (3) جو شادی کے بعد کی جاتی ہیں۔ شادی سے پہلے ہونے والی رسومات میں سے رسمِ مائیوں اور مہندی یعنی رسمِ حنا بھی ہے جن کا پاک و ہند میں خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ ان دونوں میں سے پہلے مائیوں کی رسم کی جاتی ہے پھر مہندی کی۔

مائیوں کی رسم

کنواری لڑکی کی جب شادی ہونے والی ہوتی ہے تو نکاح سے کچھ روز پہلے اسے زرد (پیلے) کپڑے پہنا کر ابٹن مَلا جاتا ہے اور گھر کے ایک گوشہ میں جہاں اس کی سہیلیوں کے سوا کسی کا گزر نہ ہو بٹھادیا جاتا ہے، چونکہ گھر کے اس گوشہ (کونے) کو عربی میں خدر اور اردو میں مائیں کہتے ہیں، اسی مناسبت سے اس رسم کو مائیوں بٹھانا کہا جاتا ہے۔[1]

شادی سے پہلے ادا کی جانے والی یہ رسم بذاتِ خود کئی رسموں کا مجموعہ ہے، جن میں سے بعض رسمیں بالکل جائز اور بعض بالکل ہی ناجائز و حرام ہیں۔ یاد رکھیے! کسی بھی رسم کو صرف رسم ہونے کی وجہ سے بلادلیل و بلاوجہ ناجائز و حرام قرار دینا درست نہیں، بلکہ بعض رسمیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو اچھی سوچ اور نیک شگون کے طور پر رائج ہوتی ہیں انہیں ناجائز قرار نہیں دیا جائے گا۔ ہاں! جو رسومات و نظریات شریعت کے مخالف ہوں وہ چاہے شادی سے متعلق ہوں یا دیگر مراحلِ زندگی سے، ان کو ختم کرنا لازم ہے۔ چنانچہ یہاں مائیوں سے متعلق مختلف رسومات و نظریات کو ذکر کیا جائے گا کہ ان میں کون سی باتیں جائز اور کون سی ناجائز ہیں:

اُبٹن لگانا: مائیوں کی ایک رسم اُبٹن لگانا ہے جس کو بٹنا بھی کہتے ہیں۔ اس رسم میں ہلدی پاؤڈر کو پانی یا عرقِ گلاب میں ملا کر ایک گاڑھا مکسچر تیار کیا جاتا ہے یا پھر ایک بنا بنایا مکس پاؤڈر لے کر منہ گردن ہاتھوں اور پاؤں پر لگایا جاتا ہے۔ یہ رسم دولہا دلہن دونوں کی ہوتی ہے، اس کا مقصد دونوں کے جسم کی رنگت میں

نکھار پیدا کرنا اور جلد کو نرم و ملائم کرنا ہوتا ہے۔

اگر اُبٹن لگانے کی رسم اسی حد تک اور اسی مقصد کے پیشِ نظر ہو تو بلاشبہ جائز ہے، جیسا کہ حکیمُ الاُمَّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شادی سے پہلے دُولہا دلہن کو جو اُبٹن مَلا جاتا ہے جس میں خُوشبو اور صفائی والی چیزیں ہوتی ہیں یہ بلا کراہت جائز ہے کہ یہ صابون کی طرح جسم کی صفائی، نرمی کے لئے ہے۔[2] نیز بہارِ شریعت میں ہے: دُولہا دلہن کو بٹنا (اُبٹن) لگانا، مائیوں بٹھانا جائز ہے ان میں کوئی حرج نہیں۔[3]

ہر گزرتے دن کے ساتھ نئی نئی خرافات و رسومات اس رسم مایوں کا حصہ بنتی جارہی ہیں جن میں شرعی طور پر حرج ہی حرج ہے۔ مثلاً اس تقریب کے لیے باقاعدہ دولہا دلہن کے الگ سے نئے پیلے رنگ کے جوڑے بنانا لازمی سمجھا جاتا ہے اور ان کو ساتھ بٹھا کر ابٹن لگایا جاتا ہے، حالانکہ یہ ابھی تک ایک دوسرے کے لئے نامحرم ہوتے ہیں، نیز انتہائی بے تکلفی کا بھی ماحول ہوتا ہے، دونوں خاندانوں کے مرد عورتیں محرم و نامحرم کی تمیز کیے بغیر اپنے ہاتھ سے دُولہا دُلہن کو مٹھائی کھلاتے، ابٹن لگاتے اور ساتھ بیٹھ کر مُووی بھی بنواتے ہیں، پھر بے شرمی و بے ہودگی کی ساری حدیں پار کرتے ہوئے لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے پر اشعار و فقرے چسپاں کرتے اور خوب شرارتیں کرتے ہیں، اسی پر بس نہیں بلکہ مل کر بھنگڑے ڈالتے اور ناچتے ہیں اور گھر کے بڑے بزرگ اپنی بزرگی کا حق ادا کرتے ہوئے انہیں سمجھانے کے بجائے مسکرا مسکرا کر ان کی بے شرمی کا تماشا دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ بعض جگہ دلہن کی بہنیں بھی دولہے کو ابٹن اور تیل لگاتی ہیں، اس رسم کے لیے الگ قسم کی Disposable تھال لائی جاتی ہے، جس میں یہ ابٹن اور تیل رکھا جاتا ہے۔ پہلے تو یہ رسم الگ الگ کی جاتی تھی یعنی دلہن والے الگ اپنی رسم گھر پر کرتے تھے اور دولہے والے اپنے گھر پر، مگر اب اس میں جدت لائی گئی کہ نہ صرف ایک جگہ کی جانے لگی بلکہ رسم کے لیے دلہن اور دولہے والے باقاعدہ ہال بک کرواتے ہیں جس میں اسٹیج تیار ہوتا ہے، اور اس کو پیلے پھولوں یا کسی خوبصورت انداز سے سجواتے اور اس پر پھولوں سے سجا ہوا جھولا صوفوں کی جگہ رکھواتے ہیں، یہیں پر بس نہیں بلکہ فحاشی و بے حیائی کو اچھی طرح فروغ دینے کے لیے میوزیکل پروگرام کا انتظام کیا جاتا ہے اور جوش دلانے والے مختلف گانے تیز آواز کے ساتھ چلائے جاتے ہیں، ساتھ ہی مووی بنانے کا سلسلہ بھی جاری ہوتا ہے اور یہ بنانے والا بھی ایک نامحرم ہی ہوتا ہے۔

ڈھولکی: مائیوں کی ایک رسم ڈھولکی بھی ہے، جس میں ڈھول کا انتظام کیا جاتا ہے اور عورتیں مل کر خوب گانے گاتی اور ڈھول بجاتی ہیں، بے حیائی سے بھرپور ماحول ہوتا ہے، بعض جگہوں پر یہ رواج بھی ہوتا ہے کہ شادی سے آٹھ دن پہلے ہی ڈھول بجانا شروع کر دیا جاتا ہے، خوب ہلڑ بازیاں ہو رہی ہوتی ہیں، مستیوں اور غفلت بھرا ماحول ہوتا ہے، ایسے میں اگر کوئی خوف خدا رکھنے والی سمجھانے کی کوشش کرے تو اس کا مذاق اڑا کر اور ملامت کر کے خاموش کروا دیا جاتا ہے، کوئی بدبخت کہتی ہے کہ مولوی تو ہماری خوشیوں کے دشمن ہیں، کوئی بے باک کہتی ہے کہ مولویوں سے ہماری خوشی ہضم نہیں ہوتی اور کوئی یہ کہتی ہے کہ معاذ اللہ! خوشی میں سب چلتا ہے۔

افسوس! خوشی کے موقع پر خوشی دینے والے رب کی نافرمانی کو خوشی منانے کا لازمی حصہ سمجھا جاتا اور شرعی احکام پر عمل کو مولویوں کے ذمے ڈال کر خود کو شریعت و سنت سے آزاد خیال کیا جاتا ہے، اللہ پاک ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ گانے باجے اور موسیقی بلاشبہ دینی و اخلاقی بربادی کا سبب ہیں، جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں: گانے باجے سے اپنے آپ کو بچاؤ کیوں کہ یہ شہوت کو ابھارتے اور غیرت کو برباد کرتے ہیں، یہ شراب کے قائم مقام ہیں اور ان میں نشے کی جیسی تاثیر ہے۔[4] بہارِ شریعت میں ہے: اکثر جاہلوں میں رواج ہے کہ محلہ یا رشتہ کی

عورتیں جمع ہوتی ہیں اور گاتی بجاتی ہیں یہ حرام ہے کہ اولاً ڈھول بجانا ہی حرام پھر عورتوں کا گانا مزید براں (یعنی اس سے بڑھ کر گناہ) عورت کی آواز نامحرموں کو پہنچنا اور وہ بھی گانے کی اور وہ بھی عشق و ہجر و وصال کے اَشعار یا گیت۔ جو عورتیں اپنے گھروں میں چلّا کر بات کرنا پسند نہیں کرتیں، گھر سے باہر آواز جانے کو معیوب جانتی ہیں ایسے موقعوں پر وہ بھی شریک ہو جاتی ہیں، گویا اُن کے نزدیک گانا کوئی عیب ہی نہیں، کتنی ہی دُور تک آواز جائے کوئی حرج نہیں، نیز ایسے گانے میں جوان کنواری لڑکیاں بھی ہوتی ہیں، ان کا ایسے اَشعار پڑھنا یا سننا کس حد تک اُن کے دبے ہوئے جوش کو اُبھارے گا اور کیسے کیسے ولولے پیدا کرے گا اور اَخلاق و عادات پر اِس کا کہاں تک اثر پڑے گا، یہ باتیں ایسی نہیں جن کے سمجھانے کی ضرورت ہو، ثبوت پیش کرنے کی حاجت ہو۔[5]

گانہ باندھنا: مائیوں میں کی جانے والی ایک رسم گانہ باندھنا بھی ہے۔ اس رسم کو یا تو مائیوں میں کیا جاتا ہے یا پھر مہندی کی رسم کے شروع میں کیا جاتا ہے، اس میں ایک دھاگا جو بہت سجا ہوا ہوتا ہے اور اس پر افشاں بھی لگی ہوتی ہے دولہا دلہن کے ہاتھ میں باندھا جاتا ہے تاکہ بد نظری وغیرہ سے بچت ہو اور شادی کے معاملات خیر سے ہو جائیں۔ بعض مقامات پر یہ دولہا دلہن کو ان کی بہنیں باندھتی ہیں اور بعض جگہ ان کے ماموں گانہ باندھتے ہیں جو بارات تک دونوں پہنے رکھتے ہیں۔ اس کو مہندی کی رسم کے بعد کپڑے یا رومال سے چھپا دیا جاتا ہے اور بارات میں تیاری کے بعد رومال کو کھولا جاتا ہے، جب رخصتی ہو جاتی ہے تو دولہ دلہن ایک دوسرے کا گانہ کھولتے ہیں یا پھر اگلی صبح ساس یا کوئی سسرالی رشتہ دار یہ گانہ کھولتا ہے۔ جبکہ بعض جگہ یہ دلہن کی بہن ہی کھولتی ہے۔ اس رسم میں شرعاً کوئی حرج نہیں، البتہ! گانہ میں چونکہ افشاں چُنی ہوتی ہے لہٰذا اس صورت میں وضو کرتے ہوئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے کہ افشاں میں سے کوئی چیز لگی رہ گئی تو وضو نہ ہوگا، بلکہ اسے چھڑانا ضروری ہے۔[6] کیونکہ افشاں یا لگی وضو و غسل کے ادا میں مانع (رکاوٹ) ہیں۔[7]

مختلف نظریات: یہ بات عوام میں بہت زیادہ رائج ہے کہ مائیوں کے بعد دولہا دلہن کو ایک منٹ کے لئے بھی اکیلا چھوڑا جاتا ہے نہ انہیں گھر سے باہر نکلنے دیا جاتا ہے، تاکہ بدروحیں انہیں نقصان نہ پہنچائیں اور وہ کسی حادثے کا بھی شکار نہ ہوں۔ لہٰذا بعض جگہوں پر جنوں بھوتوں سے بچاؤ کے لئے ان کے ہاتھ میں چھری، چاقو یا لوہے کی کوئی چیز دے دی جاتی ہے، حالانکہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ ہاں! اگر کوئی خطرہ ہو تو آیۃ الکرسی صبح و شام پڑھ کر خود پر دم کر لینا چاہیے، ان شاء اللہ اس کی برکت سے بھوت، جنات وغیرہ سے حفاظت رہے گی۔

اسی طرح عوام میں یہ بھی مشہور ہے کے مائیوں کا جوڑا شادی کے بعد نہ پہنے یعنی جس دن نہائے اس دن اس جوڑے کو صدقہ کر دے۔ ایسا بالکل لازم و ضروری نہیں ہے، یعنی مائیوں میں پہنا جانے والا جوڑا شادی کے بعد بھی پہن جا سکتا ہے، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔[8]

الغرض رسمِ مائیوں بنیادی طور پر تو جائز ہے مگر اس کے تحت دیگر کئی حرام کام بھی ہوتے ہیں، لہٰذا اس کا نہ کرنا ہی بہتر ہے جیسا کہ حکیم الاُمت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان تمام رسموں میں بدتر رسم مائیوں، اُبٹن کی رسمیں ہیں جس میں اپنی پرائی عورتیں جمع ہو کر دُولہا کے اُبٹن، مہندی لگاتی ہیں، آپس میں ہنسی، دل لگی، دولہا سے مذاق وغیرہ بہت بے عزتی کی باتیں ہوتی ہیں۔[9] اللہ پاک ہمیں شادی جیسی بابرکت تقریب کو سنت کے مطابق سر انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

---

(1) مراۃ المناجیح، 8/73 (2) مراۃ المناجیح، 5/72 (3) بہار شریعت، 2/105، حصہ: 7 (4) تفسیر درمنثور، 6/506 (5) بہار شریعت، 2/105، حصہ: 7 (6) بہار شریعت، 1/318، حصہ: 2 (7) فتاویٰ امجدیہ، 4/60 (8) دار الافتاء اہلسنت، غیر مطبوعہ (9) اسلامی زندگی، ص35

حلال کمانا و کھانا

بنت منصور عطاریہ مدنیہ
سمن آباد لاہور

انسان کی ظاہری زندگی کا دارو مدار کھانے پینے پر ہے اور چونکہ یہ دنیا عالَمِ اسباب ہے۔ لہٰذا یہاں کھانے کے لیے کمانا پڑتا ہے، گویا کمانا و کھانا انسانی زندگی کی بنیادی ضروریات ہیں۔ دینِ اسلام ایک پاکیزہ دینِ فطرت ہے جو اپنے ماننے والوں کو دیگر کاموں میں پاکیزگی اختیار کرنے کے ساتھ کھانے کمانے میں بھی حلال و جائز طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ پاک نے رزقِ حلال کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ﴿پ2، البقرۃ:168﴾ ترجمہ کنز العرفان: اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ۔ یہاں حلال وطیب رزق سے مراد وہ چیز ہے جو بذاتِ خود بھی حلال ہے جیسے بکرے کا گوشت، سبزی دال وغیرہ اور ہمیں حاصل بھی جائز ذریعے سے ہو یعنی چوری، رشوت، ڈکیتی وغیرہ کے ذریعے نہ ہو۔[1] ظاہر ہے حلال کھانے کے لیے حلال کمانا ضروری ہے، لہٰذا انسان پر کم از کم اتنا کمانا فرض ہے جو اُس کے اور اُس کے اہل و عیال کے لئے کافی ہو اور انہیں بھی کفایت کر سکے جن کا نفقہ اُس کے ذمہ واجب ہے۔ مثلاً ماں باپ اگر محتاج و تنگ دست ہوں تو انہیں بقدرِ کفایت کما کر دینا بھی فرض ہے۔[2] بلکہ ایک روایت میں ہے کہ (رزقِ) حلال طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔[3] نیز کئی احادیث میں حلال کھانے کمانے کے فضائل بھی بیان ہوئے ہیں، ان میں سے چند پیشِ خدمت ہیں: ☆ جس نے حلال مال کمایا پھر اسے خود کھایا یا اس کمائی سے لباس پہنا اور اپنے علاوہ اللہ پاک کی دیگر مخلوق (جیسے اپنے اہل و عیال وغیرہ) کو کھلایا اور پہنایا تو اس کا یہ عمل اس کے لئے برکت و پاکیزگی ہے۔[4] ☆ جو شخص اس لئے حلال کمائی کرتا ہے کہ سُوال کرنے سے بچے، اہل و عیال کے لئے کچھ حاصل کرے اور پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہو گا۔[5]

نیز رزقِ حلال طلب کرنا اتنی بہترین عبادت ہے کہ حدیثِ پاک میں اسے جہاد سے تعبیر کیا گیا۔ چنانچہ مروی ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے سے گزرا، صحابہ نے اس کی چُستی دیکھ کر عرض کی: یارسول اللہ! کاش یہ شخص جہاد میں شریک ہوتا! تو آپ نے فرمایا: اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے نکلا ہے تو بھی یہ اللہ کی راہ میں ہے اور اگر اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کے لئے نکلا ہے تو بھی اللہ کی راہ میں ہے اور اگر اپنے آپ کو (ناجائز و شبہ والی چیز سے) بچانے کے لئے نکلا ہے تو بھی اللہ کی راہ میں ہے۔[6]

سبحانَ اللہ! معلوم ہوا! ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنا رزق حلال ذرائع سے حاصل کرے اور حلال مال سے اپنے اہلِ خانہ کی پرورش کر کے ان سعادتوں کا حق دار بنے۔

یوں تو حلال کمائی کا جو بھی ذریعہ اختیار کیا جائے باعث ثواب ہے مگر تجارت ایک ایسا ذریعہ ہے جو کئی انبیا و بزرگانِ دین کی سنت ہے اور یہ افضل ترین پیشہ ہے۔[7] حضور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے خود بھی تجارت فرمائی ہے۔ اُمُّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہُ عنہا بھی تاجرہ تھیں۔ اسی طرح حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہُ عنہ بھی تاجر تھے۔ ذرا اندازہ کیجیے! ہمارے بزرگ کسبِ حلال کے معاملے میں کس قدر سنجیدہ تھے کہ حضور کے زمانے میں حضور سے گہری وابستگی کے باوجود حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے بصریٰ کی طرف تجارتی سفر کیا اور حضور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے بھی ان سے شدید محبت کے باوجود انہیں اس سفر سے منع نہ فرمایا۔[8]

لہٰذا ہمیں بھی ان مبارک ہستیوں کی سیرت سے ترغیب حاصل کرتے ہوئے حلال رزق کمانے کی کوشش کرنی چاہیے اور چونکہ شوہر کے رزقِ حلال کمانے میں عورت کا بھی ایک اہم کردار ہوتا ہے، اس لیے خواتین کو چاہیے کہ معاشی بدحالی کے اس دور میں اپنے شوہروں کا ساتھ دیں، انہیں یہ یقین دلائیں کہ آپ ان کے حلال طریقے سے کمائے ہوئے تھوڑے مال پر بھی راضی رہیں گی تاکہ وہ حرام کمانے پر مجبور نہ ہوں، تنگ دستی پر انہیں عار دلانے کے بجائے انہیں حوصلہ دیں، نیز اپنی بے جا خواہشات ان پر مسلط نہ کریں، ورنہ اکثر ایسی خبریں ملتی رہتی ہیں کہ شوہر نے بیوی کی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے قرض کا بوجھ اٹھا لیا اور وسائل کی کمی کے سبب ادا نہ کر سکا تو قرض دینے والوں کے مطالبے سے پریشان ہو کر خودکشی کر لی اور یوں ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار ہو گیا۔ اگر عورت کفایت شعاری، قناعت اور صبر و شکر اختیار کرے اور شوہر کی آمدن کم ہونے کی صورت میں اخراجات پورے کرنے کے لیے گھر کے کوئی کام مثلاً سلائی کڑھائی یا دستکاری وغیرہ کر کے شوہر کی ذمہ داری بانٹے یا اگر بہت زیادہ حاجت ہو تو ملازمت کی شرائط کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے شریعت کے مطابق کوئی ملازمت اختیار کرلے تو اِن شاءَ اللہ شوہر کے دل میں کبھی نہ مٹنے والی جگہ بنانے میں کامیاب ہو گی، شوہر کی توجہ اور محبت میں بھی اضافہ ہو گا اور ایک وفادار بیوی کہلائے گی۔ البتہ! عورت کی ملازمت سے متعلق یہ شرائط ضرور یاد رکھیے: (1) کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ سِتر کا کوئی حصّہ چمکے۔ (2) کپڑے تنگ و چُست نہ ہوں جو بدن کی ہیئات (یعنی سینے کا ابھار یا پنڈلی وغیرہ کی گولائی وغیرہ) ظاہر کریں۔ (3) بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصّہ ظاہر نہ ہوتا ہو۔ (4) کبھی نامحرم کے ساتھ خفیف (یعنی معمولی سی) دیر کے لئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو۔ (5) اُس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی مَظِنّۂ فتنہ (فتنے کا گمان) نہ ہو۔ یہ پانچوں شرطیں اگر جمع ہیں تو حرج نہیں اور ان میں ایک بھی کم ہے تو (ملازمت وغیرہ) حرام۔[9]

حلال کمانے و کھانے کے فوائد: حرام کمائی میں ذلت و رسوائی اور نحوست کے سوا کچھ نہیں، جبکہ حلال کمائی میں عزت افزائی اور برکت و پاکیزگی ہے۔ ☆ حلال کمانے و حلال کھانے کا سب سے بڑا فائدہ تو رضائے خدا و مصطفےٰ ہے اور اس کے علاوہ بھی انفرادی و معاشرتی اور دنیوی و اخروی بے شمار فوائد ہیں: ☆ جن میں سے ایک کسی مسلمان کا حق دبانے سے بچنا بھی ہے یعنی جب مسلمان حلال رزق کمائے گا تو وہ حرام مال سے بچے گا، سود، چوری ڈکیتی، ناحق مال چھیننے، ناپ تول میں کمی کرنے وغیرہ جیسی بُری عادتوں سے باز رہے گا، یوں معاشرے میں امن قائم ہو گا اور حق داروں کو ان کا حق بھی ملے گا۔ ☆ حلال رزق کمانے سے عبادت میں ذوق، نیکیوں کا شوق اور اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔[10] ☆ حلال کھانے سے اعمال قبول ہوتے ہیں اور ☆ صدقہ بھی وہی قبول کیا جاتا ہے جو حلال مال سے کیا جائے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: اللہ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول فرماتا ہے۔[11] یہی نہیں بلکہ حلال کھانے والا مستجابُ الدعوات ہو جاتا ہے۔[12]

غذا بھی چونکہ طبیعت، صحت اور روح پر اثرانداز ہوتی ہے، لہٰذا ☆ حلال کھانے والا تھوڑا کما کر بھی ذہنی و دلی طور پر مطمئن رہتا ہے ☆ اچانک آفات و مہلک بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے اور اسے عبادات میں بھی خشوع و خضوع نصیب ہوتا ہے، جبکہ ☆ حرام کمائی والا بہت کما کر بھی ہمیشہ پریشان، عجیب و غریب بیماریوں کا پلندہ اور عبادات کی لذت سے محروم رہتا ہے۔ لہٰذا معاشرے کو بے شمار بُرائیوں سے بچانے اور اخروی زندگی میں کامیابی پانے کے لیے حلال رزق کمانا اور کھانا بہت ضروری ہے۔

---

(1) صراط الجنان، 1/268 (2) فتاویٰ ہندیہ، 5/348 (3) معجم اوسط، 6/231، حدیث: 8610 (4) الاحسان، 6/218، حدیث: 4222 (5) شعب الایمان، 7/298، حدیث: 10375 (6) معجم کبیر، 19/129، حدیث: 282 (7) سلامی زندگی، ص144 (8) فتح الباری، 10/101 (9) فتاویٰ رضویہ، 22/248 (10) سلامی زندگی، ص158 (11) مسلم، ص393، حدیث: 1015 (12) معجم اوسط، 5/34، حدیث: 6495

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضامین 45 ویں تحریری مقابلے سے منتخب کرکے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیے جا رہے ہیں)

[illegible]تِ ارشد
(معلمہ فیضان آن لائن اکیڈمی، فیضانِ مدینہ بہاولپور)

مسلمان ہمیشہ ہر کام کرنے سے پہلے یہ سوچتا ہے کہ اس بارے میں دینِ اسلام کیا کہتا ہے؟ اگر کسی کام سے دینِ اسلام منع کر دے تو وہ رک جاتا ہے اگرچہ اس میں بے شمار فائدے ہی کیوں نہ ہوں اور ایک سچے مسلمان کو یہی مناسب ہے کہ اپنی عقل کو شریعت و دین کے مطابق چلائے اور جہاں شریعت روکے وہیں رک جائے۔ دنیا کے مختصر فائدے و لذت کو چھوڑ کر اپنی نظر آخرت کے ثواب پر رکھے اور ہمیشہ ہر معاملے میں اخروی زندگی کے کبھی نہ ختم ہونے والے فوائد کو ترجیح دے۔ مگر بدقسمتی سے آج ہم تھوڑے فائدے کی خاطر اخروی نعمتوں سے خود کو محروم کر لیتی ہیں اور آخرت کے عذاب و عتاب سے بھی نہیں ڈرتیں، گویا جو کچھ ہے بس دنیا ہی ہے! اس کی ایک بہت بڑی مثال حرام کمائی بھی ہے کہ لوگ مال کی محبت میں اس قدر اندھے ہو گئے کہ حلال و حرام کی پروا کئے بغیر مال و دولت کمانے کے چکر میں ہیں، بس یہی دھن ہے کہ کہیں سے پیسہ مل جائے، چاہے حرام ذریعہ سے ہی کیوں نہ ہو۔

یاد رکھیے! حلال کمایا ہوا تھوڑا بھی ہو تو اللہ پاک اسی میں ایسی برکت ڈال دیتا ہے کہ اس تھوڑے سے بھی کام چل جاتا ہے اور حرام مال زیادہ ہو تو بھی کفایت نہیں کرتا۔ اللہ پاک کا حکم ہے:

(پ 2، البقرۃ: 172) ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔ یعنی اللہ پاک نے ہمیں کھانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ کئی مقامات پر کھانے اور لطف اندوز ہونے کا فرمایا ہے کہ حلال کھاؤ حرام سے بچنے کا حکم فرمایا ہے، کھاؤ اور شکر کرو ناشکری نہ کرو، کھا کر غافل نہ ہو جاؤ، حرام سے بچو، کمانے کیلئے حرام ذرائع اختیار نہ کرو۔[1]

احادیثِ مبارکہ میں حرام کھانے کمانے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ حرام کھانے کمانے کی وعیدوں پر مشتمل احادیث پڑھ کر خود کو رب کی ناراضی اور جہنم کے ہولناک عذاب سے ڈرائیے، چنانچہ ایک روایت میں ہے: جنت میں وہ جسم نہ جائے گا جو حرام سے غذا دیا گیا۔[2] یقیناً ہر مسلمان جنت کا خواہش مند ہے مگر حرام کھانا جنت سے محرومی کا سبب ہے، اب فیصلہ

ہمیں کرنا ہے کہ دنیا کی عارضی تنگی برداشت کرکے جنت کے لیے راستہ آسان کریں یا دنیا کی ذلیل دولت کی خاطر جنت جیسی عظیم نعمت سے محروم رہ جائیں!

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: جو کوئی دس درہم سے کپڑا خریدے جن میں ایک درہم بھی حرام ہو تو جب تک وہ کپڑا اس پر رہے گا اللہ اس کی کوئی نماز قبول نہ کرے گا، پھر آپ نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالیں اور فرمایا: یہ بہرے ہو جائیں اگر میں نے حضور کو یہ فرماتے نہ سنا ہو۔[3]

بندہ حرام مال جمع کرلے، صدقہ کرے یا چھوڑ کر مرے ہر صورت میں اس کے لیے نقصان ہی ہے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جو حرام مال حاصل کرکے اسے صدقہ کرے تو مقبول نہیں اور خرچ کرے تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں اور اپنے بعد چھوڑ مرے تو جہنم میں جانے کا سامان ہے۔ اللہ پاک بُرائی سے بُرائی کو نہیں مٹاتا۔ ہاں! نیکی سے بُرائی کو مٹاتا ہے۔ بے شک خبیث (یعنی ناپاک) کو خبیث نہیں مٹاتا۔[4]

اللہ پاک حرام کھانے کمانے سے ہمیں بچائے۔

اٰمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

(درجہ خامسہ، جامعۃ المدینہ صابری کالونی اوکاڑہ پنجاب)

رزق حلال اللہ پاک کی عظیم نعمت اور سببِ برکت ہے تو حرام کھانا، کمانا عذابِ الٰہی کو دعوت دینا اور خود پر قبولیت کے دروازے بند کرنا ہے۔ نیز باطل طریقے سے مال کمانا بھی اللہ کریم کی بارگاہ میں سخت ناپسندیدہ ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: (پ5، النسآء:

29) ترجمہ: اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ۔

باطل طریقے سے مراد وہ طریقہ ہے جس سے مال حاصل کرنا شریعت نے حرام قرار دیا ہے، جیسے سود، چوری اور جوئے کے ذریعے مال حاصل کرنا، جھوٹی قسم، جھوٹی وکالت، خیانت اور غصب کے ذریعے مال حاصل کرنا اور گانے باجے کی اُجرت یہ سب باطل طریقے میں داخل اور حرام ہے۔ یونہی اپنا مال باطل طریقے سے کھانا یعنی گناہ و نافرمانی میں خرچ کرنا، اسی طرح رشوت کا لین دین کرنا، ڈنڈی مار کر سودا بیچنا، ملاوٹ والا مال فروخت کرنا، قرض دبا لینا، ڈاکہ زنی، بھتہ خوری اور پرچیاں بھیج کر ہراساں کرکے مال وصول کرنا بھی اس میں شامل ہے۔[5] مال حرام کی تباہ کاریوں اور وعیدوں پر چند احادیث پیشِ خدمت ہیں:

جو مال حرام حاصل کرتا ہے، اگر اس کو صدقہ کرے تو قبول نہیں اور خرچ کرے تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں اور اپنے بعد چھوڑ کر مرے تو جہنم میں جانے کا سامان ہے۔ اللہ پاک بُرائی سے بُرائی کو نہیں مٹاتا۔ ہاں! نیکی سے بُرائی کو مٹا دیتا ہے۔ بیشک خبیث کو خبیث نہیں مٹاتا۔[6]

اللہ پاک نے اس جسم پر جنت حرام کردی ہے جو حرا غذا سے پلا بڑھا ہو۔[7]

تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے سعد! اپنی غذا پاک کرلو مستجابُ الدعوات ہو جاؤ گے۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم) کی جان ہے! بندہ حرام کا لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس کے 40 دن کے عمل قبول نہیں ہوتے اور جس بندے کا گوشت حرام سے پلا بڑھا ہو اس کے لیے آگ زیادہ بہتر ہے۔[8]

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال پریشان اور بدن مٹی میں اٹا ہوا ہے اور وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر یارب! یارب! پکار رہا ہے حالانکہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام اور غذا حرام پھر اس کی دعا کیسے قبول ہو گی![9]

جس نے اس میں حلال طریقے سے مال کمایا اور اسے وہاں خرچ کیا جہاں خرچ کرنے کا حق تھا تو اللہ اسے (آخرت میں) ثواب عطا فرمائے گا اور اسے اپنی جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے دنیا میں حرام طریقے سے مال کمایا اور اسے ناحق جگہ خرچ کیا تو اللہ پاک اسے ذلت کے گھر (یعنی جہنم) میں داخل کردے گا اور اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے مال میں خیانت کرنے والے کئی لوگوں کے لیے قیامت کے دن جہنم ہو گی۔[10]

اللہ پاک اپنے حبیب کے صدقے تمام مسلمانوں کو حرام کھانے کمانے سے بچائے۔

اٰمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

مراۃ المناجیح، 4/ 272، کنز العمال، الجزء الرابع، 2/ 8، حدیث: 9257

مسند امام احمد، 2/ 416، حدیث: 5736، مسند امام احمد، 2/ 33، حدیث: 3672

مراۃ المناجیح، 2/ 181، مسند امام احمد، 2/ 33، حدیث: 3672، کنز العمال، الجزء الرابع، 2/ 8، حدیث: 9257، معجم اوسط، 5/ 34، حدیث: 6495، مسلم، ص393، حدیث: 2346، شعب الایمان، 4/ 396، حدیث: 5527

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کا سلسلہ جامعات کی معلمات، ناظمات اور تنظیمی ذمہ داران کے 17 ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 6 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
فوزِ عظیم سے کیا مراد ہے؟	1	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خوفِ خدا	2	یتیموں کے ساتھ بد سلوکی کے خاتمے میں خواتین کا کردار	3

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: کراچی، ورنگی ٹاؤن: بنت شاہد انور خان، بنت قاری محمد امین صدیقی۔ گجرات: ککڑ سہالی: بنت خالد محمود مدنیہ۔ صادق آباد: سنجر پور: بنت محمد قاسم مدنیہ۔ سیالکوٹ: کوہدپور: بنت رفیق احمد۔ عارف والا: صدیق ٹاؤن: بنت سید بخاری۔

فوزِ عظیم سے کیا مراد ہے؟ از بنتِ محمد قاسم مدنیہ
(معلمہ سنجر پور، صادق آباد)

فتنوں سے بھرپور اس دور میں ہر انسان چاہے وہ کسی بھی فیلڈ سے تعلق رکھتا ہو، یہی خواہش رکھتا ہے کہ اسے بڑی سے بڑی کامیابی حاصل ہو جائے۔ حقیقت میں عقلمند وہی ہے جو کامیابی حاصل کرنے کی کوشش میں اس بات کو بھی یاد رکھے کہ اسے ایسی کامیابی حاصل ہو جو اس کی دنیا و آخرت دونوں کو بہتر کر دے۔ حقیقت میں فوزِ عظیم کسے کہتے ہیں! اس کے متعلق اللہ پاک کے پاک کلام میں یہ رہنمائی فرمائی گئی ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِؕ-وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ-فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَؕ-وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (پ4، اٰل عمرٰن: 185) ترجمہ کنز العرفان: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اجر پورے پورے دیئے جائیں گے تو جسے آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

یعنی قیامت میں حقیقی کامیابی یہ ہے کہ بندے کو جہنم سے نجات دے کر جنت میں داخل کر دیا جائے، جبکہ دنیا میں کامیابی فی نفسہٖ کامیابی تو ہے لیکن اگر یہ کامیابی آخرت میں نقصان پہنچانے والی ہے تو حقیقت میں نقصان ہے اور خصوصاً وہ لوگ کہ دنیا کی کامیابی کے لئے تو سب کچھ کریں اور آخرت کی کامیابی کے لئے کچھ نہ کریں وہ تو یقیناً نقصان ہی میں ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ایسے اعمال کی طرف زیادہ توجہ دے اور ان کے لئے زیادہ کوشش کرے جن سے اسے حقیقی کامیابی نصیب ہو سکتی ہے اور ان اعمال سے بچے جو اس کی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔[1]

کامیاب لوگوں کی چند نشانیاں: کامیاب لوگوں کی چند نشانیاں قرآنِ کریم کی روشنی میں یہ ہیں: ربِّ کریم کا فرمان ہے: وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَخْشَ اللّٰهَ وَ یَتَّقْهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ (پ18، النور: 52) ترجمہ کنز العرفان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس (کی نافرمانی) سے ڈرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

معلوم ہوا! جنت پالینا اور جہنم سے بچ جانا حقیقی کامیابی ہے مگر اس سے پہلے ہمیں دشوار گزار گھاٹیوں سے گزرنا پڑے گا اور اپنے ایمان کو شیطان کے دھوکے سے بچانا ہو گا۔ کیونکہ ایک مسلمان کا سب سے قیمتی سرمایہ اس کا ایمان ہے۔ شیطان مسلمان کا کھلا دشمن ہے۔ لہٰذا شیطان کا سب سے سخت حملہ اسی ایمان پر ہوتا ہے۔ اس لیے نہایت ضروری ہے کہ ہر مسلمان اپنے ایمان کی حفاظت کرے۔

یاد رکھئے! مسلمان گناہ گار ہو گا تو گناہوں کی سزا پا کر جنت میں ضرور جائے گا مگر کفار و مشرکین اور مرتدین ہمیشہ جہنم

میں رہیں گے۔ لہٰذا سب سے اہم کام اس دنیا سے ایمان سلامت لے کر جانا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْم یعنی اعمال کا دارومدار خاتمے پر ہے۔[2]

میرے پیر و مرشد امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: دنیا میں جیتے جی مومن ہونا یقیناً باعثِ سعادت ہے مگر یہ سعادت حقیقت میں اسی صورت میں سعادت ہے کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت ایمان سلامت رہے۔ خدا کی قسم! قابلِ رشک وہی ہے جو قبر کے اندر بھی مومن ہے۔ جی ہاں! جو دنیا سے ایمان سلامت لے جانے میں کامیاب ہوا وہی حقیقی معنوں میں کامیاب اور جو جنّت کو پالے وہی بامراد ہے۔[3]

ہمیں چاہیے کہ جس طرح ہم دنیاوی قیمتی چیزیں بڑی احتیاط کے ساتھ رکھتی ہیں، ان کی حفاظت کے لئے اقدامات کرتی ہیں کہ کہیں کوئی چوری نہ ہو جائیں تو پھر اپنے سب سے قیمتی سامان یعنی ایمان کی حفاظت کے لئے پلاننگ کیوں نہیں کرتیں! اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: جس کو سلبِ ایمان کا خوف نہ ہو مرتے وقت اس کا ایمان سلب ہو جانے کا اندیشہ ہے۔[4]

زندگی اور موت کی ہے یاالٰہی کشمکش
جاں چلے تیری رِضا پر بیکس و مجبور کی

شرعی مسئلہ: حرام الفاظ اور کفریہ کلمات کے متعلق علم سیکھنا فرض ہے۔[5] ایمان کی حفاظت کے لئے امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ کی لکھی ہوئی کتاب "کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب" کو ضرور پڑھئے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ربِّ کریم ہمیں بھی حقیقی کامیابی سے نوازے۔ اٰمین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خوفِ خدا از بنتِ شاہد انور خان

(ذیلی نگران حلقہ عثمان غنی مسجد، سفید چوک اورنگی ٹاؤن، کراچی)

ناپسندیدہ چیز تک لے جانے والے اسباب کا علم دل میں پیدا ہونے والے درد، گھبراہٹ اور سوزش کا باعث بنتا ہے اور اس کیفیت کا نام خوف ہے۔[6] جبکہ اللہ پاک کی خفیہ تدبیر، اس کی بے نیازی، اُس کی ناراضی، اس کی پکڑ، اس کی طرف سے دیئے جانے والے عذابوں، اس کے غضب اور اس کے نتیجے میں ایمان کی بربادی وغیرہ سے خوف زدہ رہنے کا نام خوفِ خدا ہے۔[7]

قرآنِ پاک میں خوفِ خدا اختیار کرنے کا حکم: ربِّ کریم نے قرآنِ کریم میں کئی مقامات پر خوفِ خدا اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس بارے میں دو آیتیں پڑھئے: (1) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًاۙ (پ22، الاحزاب: 70) ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ یعنی ایمان والوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا: تم اللہ پاک کے حقوق اور بندوں کے حقوق کی رعایت کرنے میں اللہ سے ڈرو اور سچی، درست، حق اور انصاف کی بات کہا کرو اور اپنی زبان اور اپنے کلام کی حفاظت کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو اللہ تم پر کرم فرمائے گا اور اللہ تمہارے اعمال سنوار دے گا۔[8] (2) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (پ4، اٰل عمرٰن: 102) ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔ یعنی بقدرِ طاقت اللہ پاک سے ڈرو۔[9]

پیارے آقا کا خوفِ خدا: حضرت عبدُ اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: 2 بڑی چیزوں کو نہ بھولو: جنت اور جہنم۔ پھر آپ رونے لگے یہاں تک کہ آپ کی داڑھی مبارک کی دونوں جانب آنسو جاری ہو گئے یا وہ آنسوؤں سے گیلی ہو گئیں۔ پھر ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! آخرت کے متعلق جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو ضرور پہاڑوں کی طرف چل پڑتے اور اپنے سروں پر مٹی ڈالتے۔[10]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں شریک تھے۔ آپ قبر کے کنارے بیٹھے اور اتنا روئے کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے نکلنے والے آنسوؤں سے مٹی گیلی ہو گئی۔ پھر فرمایا: اے بھائیو! اس قبر کے لیے تیاری کرو۔[11]

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب آندھی اور بادل والا دن ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کا رنگ تبدیل ہو جاتا اور آپ کبھی حجرے سے باہر تشریف لے جاتے اور کبھی واپس آجاتے، پھر جب بارش ہو

جاتی تو یہ کیفیت ختم ہو جاتی۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا: (اے عائشہ!) مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں یہ بادل، اللہ پاک کا عذاب نہ ہو جو میری اُمّت پر بھیجا گیا ہو۔[12]

حضور نے ایک مرتبہ حضرت جبرئیل کو روتے دیکھا تو پوچھا: اے جبرئیل! کیوں روتے ہو؟ حالانکہ تم بلند ترین مقام پر فائز ہو! انہوں نے عرض کی: میں کیوں نہ روؤں! میں رونے کا زیادہ حق دار ہوں کہ کہیں میں اللہ پاک کے علم میں اپنے موجودہ حال کے علاوہ کسی دوسرے حال میں نہ ہوں اور میں نہیں جانتا کہ کہیں ابلیس کی طرح مجھ پر آزمائش نہ آجائے کہ وہ بھی فرشتوں میں رہتا تھا اور میں نہیں جانتا کہ مجھ پر کہیں ہاروت و ماروت کی طرح آزمائش نہ آجائے۔ یہ سُن کر حضور بھی رونے لگے، یہ دونوں روتے رہے یہاں تک کہ پکارا گیا: اے جبرئیل! اور اے محمد! اللہ پاک نے تم دونوں کو نافرمانی سے محفوظ فرما دیا ہے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام چلے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم باہر تشریف لے آئے۔[13]

اللہ کریم سے دعا ہے کہ نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے خوفِ خدا کے صدقے میں ہمیں بھی اپنا حقیقی خوف عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

یتیموں کے ساتھ بدسلوکی کے خاتمے میں خواتین کا کردار

بنتِ رفیق احمد (یوسی مشاورت (اصلاح اعمال) ذمہ دار، گوہد پور، سیالکوٹ)

عرب کی سرزمین پر اسلام کے آنے سے پہلے طرح طرح کی بُرائیاں عام تھیں مثلاً زنا، قتل، شراب پینا، بندوں کے حقوق ضائع کرنے وغیرہ کے ساتھ ساتھ یتیموں پر ظلم و ستم بھی نہایت عام تھا۔ اسلام نے دیگر بُرائیوں کو جڑ سے اُکھاڑا اور ساتھ ہی یتیموں کے ساتھ بدسلوکی کی بھی بُرائی بیان فرمائی، ان کے حقوق مقرر فرمائے، ان کے حقوق کو پورا کرنے، ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنے، ان کا خیال رکھنے اور ان کی ضروریات پوری کرنے کا حکم دیا۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے: فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْؕ (پ30، الضحیٰ: 9) ترجمۂ کنز العرفان: تو کسی بھی صورت یتیم پر سختی نہ کرو۔ دورِ جاہلیت میں چونکہ یتیموں کے بارے میں اہلِ عرب کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ان کے مالوں پر قبضہ کر لیتے اور ان کے حقوق دبا لیتے تھے۔[14] لہٰذا اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! آپ کسی بھی صورت یتیم پر سختی نہ فرمائیے گا۔[15]

یتیم کی تعریف: وہ نابالغ بچہ جس کا باپ فوت ہو گیا ہو یتیم ہے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بچہ بالغ ہو کر یتیم نہیں رہتا، انسان کا وہ بچہ یتیم ہے جس کا باپ فوت ہو گیا ہو۔[16]

آج اگر ہم اپنے معاشرے میں نظر دوڑائیں تو بعض لوگ یتیموں کا مال کھاتے اور ان پر ظلم و ستم کرتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ قرآن و حدیث میں یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور بُرے سلوک سے بچنے کا بہت زیادہ حکم دیا گیا ہے مثلاً ایک روایت میں ہے: مسلمانوں کے گھر میں بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہو۔[17] چنانچہ ہمیں غور کرنا چاہئے کہ کہیں ہمارا گھر بھی ان بدترین گھروں میں سے تو نہیں جن میں یتیموں کے ساتھ ظلم و زیادتی کی جاتی ہے! اگر ایسا ہے تو ہمیں ڈر جانا چاہئے اور اللہ پاک کی بارگاہ میں سچی توبہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ یتیموں کا مال ناحق کھانے والوں کے خلاف سخت وعیدات بیان ہوئی ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ (پ4، النسآء: 10) ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں۔ ایسا حکم کئی احادیث میں بھی ہے! اس بارے میں تین احادیثِ مبارکہ پڑھئے:

(1) قیامت کے دن ایک قوم اپنی قبروں سے اس طرح اُٹھائی جائے گی کہ ان کے مونہوں سے آگ نکل رہی ہوگی۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! وہ کون لوگ ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: کیا تم نے اللہ پاک کے اس فرمان کو نہیں دیکھا: اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ (پ4، النسآء: 10) ترجمۂ کنز العرفان: بیشک وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں۔[18]

(2) حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے معراج کی رات ایسی قوم

دیکھی جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے اور ان پر ایسے لوگ مقرر تھے جو ان کے ہونٹوں کو پکڑتے، پھر ان کے مونہوں میں آگ کے پتھر ڈالتے جو ان کے پیچھے سے نکل جاتے۔ پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کی گئی: یہ وہ لوگ ہیں جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔ [19]

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: چار لوگ ایسے ہیں جنہیں جنت میں داخل نہ کرنا اور انہیں جنت کی نعمتیں نہ چکھانا اللہ پر حق ہے: (1) شراب کا عادی (2) سود کھانے والا (3) ناحق یتیم کا مال کھانے والا اور (4) والدین کا نافرمان۔ [20]

بہر حال ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہم یتیموں پر ظلم کا سبب تو نہیں بن رہیں! آج معمولی سی گرمی بھی ہم سے برداشت نہیں ہوتی تو سوچئے کہ اگر یتیم کا مال کھانے کے سبب ہم پر عذاب نازل ہو گیا تو کیسے برداشت کر سکیں گی! لہٰذا اگر کسی یتیم کا مال کھایا ہو تو توبہ کر لیجیے اور اس کا ازالہ بھی کر لیجیے۔

دل کی سختی دور کرنے کا علاج: آج کئی لوگ دل کی سختی کی شکایت کرتے ہیں۔ یاد رکھئے! یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بھی دل کی سختی دور کرنے کا ایک سبب ہے۔ جیسا کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں دل کی سختی کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: یتیم پر رحم کر، اس کے سر پر ہاتھ پھیر اور اپنے کھانے میں سے اسے بھی کھلا۔ تیرا دل نرم ہو گا اور تیری حاجتیں پوری ہوں گی۔ [21] اگر ہم بھی اپنا دل نرم کرنا چاہتی ہیں تو ہمیں بھی یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے کہ یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے اور بھی فضائل ہیں۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جو یتیم کے سر پر اللہ پاک کی رضا کے لئے ہاتھ پھیرے تو ہر وہ بال جس پر اس کا ہاتھ گزرا اس کے بدلے ہاتھ پھیرنے والے کے لئے نیکیاں ہیں اور جو یتیم لڑکی یا لڑکے کے ساتھ بھلائی کرے (دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا) میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے۔ [22]

یقیناً ہم میں سے ہر ایک جنت میں جا کر آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا پڑوس پانا چاہتی ہے تو کیوں نہ اس حدیث پر لَبَّیْك کہتے ہوئے یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور رحمت کی حق دار بنیں۔ یہ ثواب تو صرف خالی ہاتھ پھیرنے پر ہے، اگر کوئی مال خرچ کرے تو سوچئے کہ اس کو کتنا ثواب ہو گا!

---

(1) تفسیر صراط الجنان، 2/113، 112 (2) بخاری، 4/274، حدیث: 6607 (3) کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب، ص7 (4) ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص495 (5) ردالمحتار، 1/107 (6) احیاء العلوم، 4/191 (7) کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب، ص26 (8) تفسیر صراط الجنان، 8/104 (9) تفسیر صراط الجنان، 2/20 (10) ترغیب و ترہیب، 4/267، حدیث: 5606 (11) ابن ماجہ، 4/466، حدیث: 4195 (12) شعب الایمان، 1/546، حدیث: 994 (13) مکاشفۃ القلوب، ص317 (14) تفسیر خازن، 4/387 (15) تفسیر خازن، 4/387 (16) تفسیر نور العرفان، ص121 (17) ابن ماجہ، 4/193، حدیث: 3679 (18) صحیح ابن حبان، 7/436، حدیث: 5540 (19) تفسیر قرطبی، الجزء: 5، 3/39 (20) مستدرک، 2/338، حدیث: 2307 (21) مجمع الزوائد، 8/293، حدیث: 13509 (22) مسند امام احمد، 8/272، حدیث: 22215

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے سلسلے "نئے لکھاری" کے تحت ہونے والے 45 ویں تحریری مقابلے کے مضامین شامل ہیں۔ چنانچہ اس ماہ کل مضامین 146 تھے، جن کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
10 صفاتِ مومن	37	پڑوسیوں کے 5 حقوق	71	حرام کمانے اور کھانے کی مذمت	38

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: دکانہ: بنت بشیر احمد، بنت نوید۔ بہاولپور: بنت ارشد۔ یزمان: بنت قاسم حسین۔ سرگودھا: بنت تصدق خان۔ بورے والا: بنت سعید، بنت عبد الرحمن۔ خانیوال: بنت ابو بکر۔ چنیوٹ: بنت اقدس علی۔ حیدر آباد: بنت محمد جاوید۔ خوشاب: بنت اشرف۔ داندو شاہ بدول: بنت صفی شاہ۔ رحیم یار خان: بنت مقصود، بنت ممتاز۔ سیالکوٹ: بنت باجوہ: بنت یوسف مغل۔ پاکپورہ: بنت میاں محمد یوسف۔ کلوڑہ مغلاں: بنت محمد انور۔ سترہ: بنت محمد اعجاز۔ شفیق کا بھٹہ: بنت اورنگزیب، بنت شہباز، بنت خلیل، بنت اشفاق، بنت اعجاز احمد، بنت افتخار احمد، بنت افضل، بنت اویس، ہمشیرہ رمیض، بنت جہانگیر، بنت خوشی محمد، بنت راشد محمود، بنت سلیم، بنت سلیمان، بنت سہیل احمد (رابعہ)، بنت سہیل احمد (ثانیہ)، بنت شبیر، بنت شمس پرویز، بنت طارق، بنت عبد الرشید، بنت عثمان علی، بنت علی حسن، بنت محمد اصغر، بنت محمد قیوم، بنت محمد جان، بنت محمد سلیم، بنت محمد شفیق، بنت محمد صفدر، بنت محمد عرفان، بنت محمود حسین، بنت وسیم، بنت یوسف، بنت اشفاق، بنت صفر علی، بنت سید حسنین شاہ، بنت صغیر، بنت تنویر، بنت احسن، بنت اشرف، بنت خالد، بنت فضل الٰہی، بنت محمد رزاق۔ گلبہار: اخت سلطان، اخت

شعبان، ام فانی، ام مشکوۃ، ام میلاد، ام ھانی، ام ہلال، بنت امیر حیدر، بنت تنویر، بنت جمیل، بنت ذوالفقار، بنت محمد رشید، بنت رشید احمد، بنت رمضان، بنت سجاد حسین مدنیہ، بنت شبیر احمد، بنت صادق، بنت طارق محمود، بنت ظہور، بنت عارف محمود، بنت غلام غوث، بنت لطیف مدنیہ، بنت محمد اشرف، بنت محمد منیر، بنت محمود حسین، بنت منور حسین، بنت سعید۔ مظفر پورہ: ام الخیر۔ معراں کے: بنت محمد شفیق، بنت سلیم۔ راولپنڈی صدر: بنت شفیق۔ گوجر خان: بنت راجہ واجد حسین۔ فیصل آباد: بنت ارشد محمود۔ کراچی: بنت ارشاد الٰہی۔ گلستانِ جوہر: بنت نذر۔ حبیبیہ دھوراجی کالونی: بنت محمد عمران، بنت شہزاد احمد مدنیہ۔ نارتھ کراچی: فیضِ مدینہ: بنت سردار، بنت عبد الرشد، بنت قاسم، بنت یوسف۔ نارتھ ناظم آباد: ام خزیمہ۔ باندھی: فیضانِ فاروقِ اعظم: بنت شیخ امام الدین۔ گجرات: بنت عبد القیوم شاہ۔ سرجا منیر: بنت اشتیاق حسین، بنت راشد شاہ، بنت طاہر محمود۔ سرائے عالمگیر: بنت اللہ رکھا، بنت امجد علی، بنت رفیع، بنت ساجد محمود، بنت محمد اکمل، بنت محمد ریاض۔ گجرانوالہ: نوشہرہ روڈ: بنت طارق جاوید۔ لاہور: بنت نذیر۔ میرپور خاص: العطار ٹاؤن: بنت منظور۔ ہند: احمد آباد: بنت خورشید۔

10 صفاتِ مومن از بنتِ محمد عمران عطاری

(تخصص فی الفقہ، جامعۃ المدینہ گرلز حبیبیہ دھوراجی کالونی، کراچی)

ایمان کے لغوی معنی ہیں: تصدیق کرنا یعنی سچا مان لینا۔[1] اصلاحِ شرع میں ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے اُن سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریاتِ دین ہیں۔[2] اور جو شخص ضروریاتِ دین میں موجود تمام باتوں کی سچے دل سے تصدیق کرلے وہ مومن کہلاتا ہے۔ اللہ پاک نے قرآنِ پاک میں کئی مقامات پر مومن کی صفات بہت ہی پیارے انداز میں ذکر فرمائی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

خرچ کرنے میں میانہ روی کرنے والے: اللہ پاک نے کامل ایمان والوں کے متعلق فرمایا کہ وہ خرچ کرنے میں میانہ روی سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَالَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَ لَمْ یَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا(۶۷) (پ19، الفرقان: 67) ترجمہ کنزالعرفان: اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ حد سے بڑھتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان اعتدال سے رہتے ہیں۔

خوفِ خدا والے، تلاوتِ قرآن کرنے اور اللہ پر بھروسا کرنے والے: کامل ایمان والوں کے دل یادِ الٰہی میں ڈر جاتے ہیں، جب وہ آیاتِ قرآنیہ سنتے ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ایک وصف یہ ہے کہ وہ اپنے رب پر ہی بھروسا کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ(۲) (پ9، الانفال: 2) ترجمہ کنزالعرفان: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔

نماز میں خشوع و خضوع اختیار کرنے والے: ایمان والے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے: اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ(۲) (پ18، المؤمنون: 2) ترجمہ کنزالعرفان: جو اپنی نماز میں خشوع و خضوع کرنے والے ہیں۔

امانتوں اور وعدوں کی رعایت کرنے والے: ایمان والوں کے پاس جب کوئی امانت رکھی جائے تو وہ خیانت نہیں کرتے اور جس سے وعدہ کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے: وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ(۸) (پ18، المؤمنون: 8) ترجمہ کنزالعرفان: اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدے کی رعایت کرنے والے ہیں۔

رات کی عبادت کا اہتمام کرنے والے: کامل ایمان والوں کی راتیں اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام کی حالت میں گزرتی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا(۶۴) (پ19، الفرقان: 64) ترجمہ کنزالعرفان: اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام کی حالت میں رات گزارتے ہیں۔

ایمان والے نیکی کا حکم دینے والے اور بُرائیوں سے روکنے والے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پ11، التوبۃ: 112) ترجمہ کنزالعرفان: نیکی کا حکم دینے والے اور بُرائی سے روکنے والے۔

اسی طرح ایمان والوں کی اور بھی کئی صفات ربِّ کریم نے قرآنِ پاک میں ذکر فرمائی ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم بھی مسلمان ہونے کے ناطے ان صفت کو اپنانے کی کوشش کریں۔ اللہ پاک ہمیں کامل ایمان والوں میں شامل فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

اٰمین بجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

پڑوسیوں کے 5 حقوق از اُمِّ میلاد

(جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار، سیالکوٹ)

اسلام نے جہاں ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھے سلوک، ہمدردی، پیار و محبت، امن و سلامتی اور ایک دوسرے کے دُکھ سکھ میں شریک ہونے کی تعلیم دی ہے وہیں مسلمان کے پڑوسی کو بھی محروم نہیں رکھا بلکہ اس کی جان و مال اور گھر والوں کی حفاظت کا ایسا درس دیا ہے کہ اگر اسلامی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک ایسا اسلامی معاشرہ وجود میں آسکتا ہے جہاں ہر انسان دوسرے کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کرنے اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے کو اپنا فرض سمجھنے والا ہو۔ قرآنِ کریم میں پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے کی یوں تلقین ارشاد فرمائی گئی ہے: وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ (پ5، النسآء:36) ترجمہ کنز العرفان: اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور قریب کے پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور پاس بیٹھنے والے ساتھی۔

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں پڑوسی کے حقوق

کامل مومن: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا: اللہ پاک کی قسم! وہ (کامل) مومن نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! کون؟ ارشاد فرمایا: جس کی بُرائیوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ رہے۔[3]

اسی طرح اسلامی تعلیمات ایسے شخص کو بھی کامل ایمان والا قرار نہیں دیتیں جو خود تو پیٹ بھر کر سوئے مگر اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جو خود پیٹ بھرا ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو وہ ایمان دار نہیں۔[4] پڑوسی سے اچھا سلوک ایمان مکمل ہونے کا ذریعہ ہے تو اسے تکلیف دینا، اس کے حقوق ادا نہ کرنا اور بُرا سلوک کرنا جنت سے محرومی کا باعث ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔[5]

نیک و بد کی پہچان کا طریقہ: ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! مجھے ایسا عمل بتائیے کہ جس کو کرکے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ ارشاد فرمایا: نیک بن جاؤ۔ اس نے عرض کی: مجھے اپنے نیک بن جانے کا علم کیسے ہو گا؟ ارشاد فرمایا: پڑوسیوں سے پوچھو، اگر وہ تمہیں نیک کہیں تو تم نیک ہو اور اگر وہ بُرا کہیں تو تم بُرے ہی ہو۔[6]

پڑوسی کو تکلیف دینا کیسا؟ ایک روایت میں ہے کہ سالن کی خوشبو سے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ ہاں! یہ کہ اسے بھی مٹھی بھر دے دو تو صحیح ہے۔ اگر پھل خرید کر لاؤ تو اسے بھی اس میں سے کچھ تحفہ بھیجو۔ ایسا نہ کر سکو تو اسے چھپا کر اپنے گھر لاؤ اور پڑوسی کے بچے کو تکلیف دینے کے لیے تمہارا بچہ پھل لے کر باہر نہ نکلے۔[7] اور ایک روایت میں تو یہاں تک مروی ہے کہ جس نے اپنے پڑوسی کو تکلیف دی تحقیق اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی تحقیق اس نے اللہ پاک کو تکلیف دی، جس نے اپنے پڑوسی سے جھگڑا کیا تحقیق اس نے مجھ سے جھگڑا کیا اور جس نے مجھ سے جھگڑا کیا تحقیق اس نے اللہ پاک سے جھگڑا کیا۔[8]

پڑوسی وارث نہ بن جائیں: فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہے: جبرائیل مجھے پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے۔[9]

پڑوسی کا ایک حق یہ بھی ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کی جائے، اگر فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کی جائے، اگر عیب والا ہو جائے تو اس کے عیب چھپائے جائیں، مدد طلب کرے تو اس کی مدد کی جائے، اس کی خوشی غمی میں شریک ہوا جائے۔ اللہ پاک ہمیں پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے اور ان کو ہر طرح کی تکلیف پہنچانے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمِین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) تفسیر قرطبی، الجزء الاول، 1/147 (2) بہارِ شریعت، 1/172، حصہ: 1 (3) بخاری، 4/104، حدیث: 6016 (4) معجم کبیر، 12/119، حدیث 12741 (5) مسند امام احمد، 4/308، حدیث: 12562 (6) شعب الایمان، 7/85، حدیث: 9567 (7) شعب الایمان، 7/83، حدیث: 9560 (8) ترغیب و ترہیب، 3/286، حدیث: 3907 (9) بخاری، 4/104، حدیث: 2014

کمر درد

حکیم رضوان فردوس عطاری

آج کل مردوں، عورتوں، بوڑھوں بلکہ جوانوں کی بھی ایک تعداد ہے جو کمر درد کا شکار ہے۔ یہ درد عام طور پر پسلیوں کے نیچے سے شروع ہوتا ہے اور کولہے تک پھیلا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ سب سے پہلے کمر میں ہلکا درد محسوس ہوتا ہے اور جسم میں سستی رہتی ہے بعد میں یہ درد شدت اختیار کر جاتا ہے، شروع میں ہی اس درد کا مناسب علاج نہ کیا جائے تو آہستہ آہستہ تیز ہو جاتا ہے۔ بروقت علاج نہ کیا جائے تو پھر مہینوں اس درد سے جان نہیں چھوٹتی۔

وجوہات کمر درد کی بہت سی وجوہات ہیں: ◉ زیادہ دیر تک بیٹھنا کمر کے پٹھوں میں کھچاؤ پیدا کر دیتا ہے، جس کے باعث پٹھے سخت ہو جاتے ہیں اور ان میں شدید قسم کا درد ہوتا ہے ◉ ہڈیوں میں بُھر بھرا پن ہو جانا ◉ مہروں میں خلا آجانا ◉ گُردوں میں پتھری کا انفیکشن ہو جانا۔

کمر درد میں احتیاطیں جب کمر میں درد ہو تو ان احتیاطوں کو ضرور اختیار کیجئے: ◉ اگر جسمانی مشقت والے کام زیادہ ہیں تو سب سے پہلے ان کو کم کریں۔ اپنے اٹھنے بیٹھنے کا انداز درست کریں ◉ زیادہ دیر کمر جھکا کر نہ بیٹھیں مثلاً لیپ ٹاپ یا کمپیوٹر پر سیدھے بیٹھ کر کام کریں ◉ زمین پر لیٹ کر آرام کرنا بھی کمر درد میں افاقہ دیتا ہے ◉ وزن اور موٹاپا کم کرنے کی کوشش کریں ◉ اپنے طبیب کے مشورے سے کمر درد میں مفید ورزش کریں۔

غذاؤں سے علاج ◉ اچھی خوراک کا استعمال کریں ◉ موسم کے لحاظ سے خشک میوہ جات اور تازہ پھلوں کا استعمال بہت مفید ہے ◉ کھانے میں ادرک اور لہسن کا استعمال کمر درد سے نجات دیتا ہے ◉ دودھ کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں اس میں وٹامنز، آئرن، کیلشیم اور دیگر اجزا پائے جاتے ہیں۔ یہ جسم، ہڈیوں اور پٹھوں کو مضبوط کرتا ہے۔ ◉ ایسی غذاؤں کا استعمال کریں جن میں وٹامن زیادہ مقدار میں ہوں چنانچہ دودھ، بالائی، انڈے، کھجور، پکے ہوئے تازہ پھل، سبز ترکاریاں اور مچھلی قوت ہضم کے مطابق استعمال کریں ◉ کاڈ مچھلی کے جگر کا تیل (کاڈ لیور آئل) اور اس کے مرکبات کا استعمال بھی مفید ہے، مریض کو ہر قسم کی ثقیل اور بادی اشیا سے پرہیز کرائیں اور گوشت بھی کم کر دیں۔

کمر درد کے علاج کے دیسی نسخے موصلی سفید، دار فلفل، اجوائن دیسی، پیلا مول، یہ چاروں چیزیں 12، 12 گرام، میدہ لکڑی (میدہ سک L...Sebifera)، زنجبیل، اسگندر ناگوری، ستاور، ہر ایک 25 گرام، ان سب چیزوں کو پیس لیں اور اس میں قند سیاہ کہنہ بھی بقدر ضرورت ملالیں۔ اب اس کی چنے کے دانے برابر گولیاں بنالیں۔ روزانہ عَرَق بادیان 175 ملی لیٹر کے ساتھ دو گولیاں استعمال کریں۔ اِن شآءَ اللہ کمر درد میں افاقہ ہوگا۔

یہ نسخہ کسی بھی ماہر پنساری سے تیار کروایا جاسکتا ہے۔

کمر درد کا مجرب اور آزمودہ نسخہ آدھا کلو دودھ میں 11 عدد کھجوریں اچھی طرح اُبال لیں، جب کھجوروں کا اثر دودھ میں نکل جائے تو کھجوروں کے ٹکڑے دودھ سے نکال دیں۔ اب ایک چمچ دیسی گھی اور ایک عدد کچا دیسی انڈہ گرم دودھ میں مکس کر لیں اور رات کو سونے سے آدھا گھنٹا قبل پی لیں۔ اِن شآءَ اللہ بہت جلد کمر درد سے آرام مل جائے گا۔ یہ نسخہ تجربہ شدہ ہے۔

نوٹ: تمام غذائیں اور دوائیں اپنے ڈاکٹر یا حکیم کے مشورے سے استعمال کیجئے۔

اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے ستمبر 2023 کے دینی کاموں کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمایئے:

دینی کام		اوورسیز کارکردگی	پاکستان کارکردگی	ٹوٹل
انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے منسلک ہونے والی اسلامی بہنیں		294161	1010856	1305017
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		31238	90924	122162
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	4485	7720	12205
	پڑھنے والیاں	32692	84684	117376
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع	تعداد اجتماعات	4488	10385	14873
	شرکائے اجتماع	140022	374326	514348
ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے والیاں		32388	117421	149809
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		11023	30172	41195
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		102941	647062	750003
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		42632	87317	129949
مدنی کورسز	تعداد مدنی کورسز	145	521	666
	شرکائے مدنی کورسز	3524	9856	13380

تحریری مقابلہ "ماہنامہ خواتین" کے عنوانات (برائے دسمبر 2023)

نوٹ: اس ماہ سے دو کے بجائے ایک ہی تحریری مقابلہ ہوا کرے گا۔ جس میں دونوں مقابلوں کے عناوین مکس ہوں گے۔ چنانچہ، ذیل کے عناوین میں سے تیسرا عنوان ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے تحریری مقابلہ نمبر 48 کا ہے۔

1 حضور صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کی شرم وحیا
2 عفوودرگزر
3 بیوی کے 5 حقوق

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ: 20 دسمبر 2023ء

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

شعبہ محبتیں بڑھاؤ (برائے خواتین)

عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی دنیا بھر میں نیکی کی دعوت کی دھومیں مچانے میں مصروف ہے۔ یہ دینی تحریک کئی ملکوں میں مختلف شعبہ جات کے ذریعے مرد و خواتین کو نیکی کی دعوت دے رہی ہے۔ جس کا ایک شعبہ "محبتیں بڑھاؤ (برائے خواتین)" بھی ہے۔

شعبہ محبتیں بڑھاؤ (برائے خواتین) کی ذمہ داریاں:

دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے دور ہو جانے والی خواتین کو نرمی و محبت کے ساتھ نیکی کی دعوت دے کر دوبارہ دینی ماحول میں لانا اور دینی کاموں میں Active کرنا۔

جو خواتین پہلے دعوتِ اسلامی کے دینی کاموں میں حصہ لیتی تھیں مگر اب نہیں لیتیں ان سے ملاقات کر کے انہیں ہفتہ وار اجتماع میں شرکت کرنے، مدنی چینل کے ذریعے ہفتہ وار مدنی مذاکرہ دیکھنے سننے اور مختلف کورسز مثلاً 12 دن کے رہائشی کورسز کرنے وغیرہ کی ترغیب دلانا نیز ان کی صلاحیت و قابلیت کے مطابق ضرورتاً انہیں ذمہ داری دے کر دینی کاموں میں مصروف کرنا اس شعبے کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ اللہ کریم دعوتِ اسلامی کے اس شعبے کو مزید ترقیاں عطا فرمائے۔

اٰمین بجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، کراچی
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650 / 1144
Email: mahnamakhawateen@dawateislami.net / ilmia@dawateislami.net
Web: www.dawateislami.net WhatsApp: 0348-6422931